قرآنی عملیات

حیرت ناک باتیں

ہوش ربا واقعات

کرشمۂ اعداد اور اسرار علوم

روحانی مرکز کا روحانی رسالہ

ماہنامہ

طلسماتی دُنیا

دیوبند

ایڈیٹر

حسن الہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر: ۱ — شمارہ نمبر: ۱۲
دسمبر — ۱۹۹۳ء
فی شمارہ — دس روپے
سالانہ — سو روپے
غیر ممالک سے — ۲۰ ڈالر
لائف ممبری — تین ہزار روپے
معاونین سے سالانہ ایک ہزار روپے
محسنین سے سالانہ پانچ ہزار روپے

ماہنامہ طلسماتی دنیا دیوبند

انتباہ

طلسماتی دنیا سے متعلق متنازعہ امور میں سے مقدمہ کی سماعت کا حق صرف دیوبند ہی کی عدالت کو حاصل ہوگا۔

(منیجر)

اس دائرہ میں ○ سرخ نشان اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ اس شمارے کے موصول ہوتے ہی آپ زر تعاون روانہ کریں اور اگر خریداری منسوخ کرنی ہو تو بذریعہ خط اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا شمارہ وی۔پی سے ایک سال کی قیمت کیساتھ روانہ کیا جائے گا۔ اور وی۔پی چھڑانا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ منی آرڈر سے رقم روانہ کرکے آپ وی۔پی خرچ سے بچ جائیں گے۔

(منیجر)

اطلاع عام

اس رسالہ میں جو کچھ بھی شائع ہوتا ہے وہ روحانی مرکز کی ملک ہے۔ اس کے کسی کلی یا جزوی مضمون کو شائع کرنے سے پہلے 'روحانی مرکز' سے رابطہ قائم کرنا ضروری ہے۔

(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

روحانی مرکز محلہ ابوالمعالی دیوبند

ROOHANI MARKAZ
ABULMALI
DEOBAND-247554

پرنٹر پبلشر حسن احمد صدیقی نے جے کے آفسیٹ دہلی سے چھپوا کر روحانی مرکز محلہ ابوالمعالی دیوبند سے شائع کیا۔

کیا اور کہاں

اکتوبر کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں نمائندہ اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں مختلف علاقوں کے دینی مدارس کے ارباب حل وعقد نے شرکت کی اور دینی مدارس کے موجودہ مسائل اور مروجہ نصاب پر قیمتی خیالات کا اظہار ہوا۔ اور دینی مدارس کو فی زمانہ جن چیلنجوں کا سامنا ہے وہ بھی زیر بحث آگئے۔ اور ان کا مقابلہ کرنے کے طور طریقوں پر غور و فکر ہوا۔

یہ اجلاس اس اعتبار سے بھی کامیاب رہا کہ اس میں "مولویت" کے خلاف جو تبرے بازی ہورہی ہے اس کے بارے میں مثبت راہ نکالنے کی سبیل سوچی گئی۔ اور یہ اجتماع اس لحاظ سے بھی کامیاب کہلانے کا مستحق ہے کہ اس میں کئی عبقری شخصیات نے شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا ابرارالحق جیسے اکابرین بھی اجتماع میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ــــــ یہ روح پرور اجتماع دیکھ کر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اور ان کا معصوم چہرہ نگاہوں میں گردش کرنے لگا۔

حق یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کو چار چاند لگانے کیلئے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے بڑی جدوجہد کی اور بے پناہ قربانیاں دیکر انہوں نے دارالعلوم دیوبند کو پروان چڑھایا ــــــ یہ مہکتا ہوا چمن جو آج ہر طرح سے ہرا بھرا دکھائی دے رہا ہے اسے قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے لہو سے سینچا ہے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی خاطر اپنا آرام قربان کیا۔ اور وقت آنے پر انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی خاطر اپنی جان بھی گنوادی۔ اقتدار کی خاطر جو جنگ دارالعلوم دیوبند میں لڑی گئی اس میں خواہی نخواہی مبتلا ہوکر ایک دن دارالعلوم دیوبند کا درد و غم لئے وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے ــــــ آج دارالعلوم دیوبند کا بجٹ تین کروڑ روپے سالانہ کے قریب ہے۔ لیکن اس رقم کا جمع ہونا فی زمانہ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس وقت دنیا میں روپے کی بہتات ہے اور ایک لاکھ اور دس لاکھ کی رسید کٹوانے والے لوگ ہندوستان ہی میں موجود ہیں۔ دورِ ماضی میں جب ہزار روپے کی رسید کٹوانا دل گردے کی بات سمجھا جاتا تھا اس وقت پچاس لاکھ روپے سالانہ جمع کرنا کمال کی بات تھی اور حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے اسی زمانہ میں پیسہ پیسہ جمع کرکے دارالعلوم دیوبند کے نظام کو سنبھالے رکھا۔

دارالعلوم دیوبند میں جب بھی کوئی روح پرور اجتماع ہوگا یا دارالعلوم ترقی کی کسی بھی منزل سے گزرے گا تو ہر قدر دان کو قاری محمد طیب صاحبؒ کی یاد آئے گی ــــــ داستانِ دارالعلوم قاری محمد طیب صاحبؒ اور خاندانِ قاسمی کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔

نمائندہ اجتماع کے بعد دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے اخبارات کو جو بیان جاری کیا ہے وہ بیان کئی اعتبار سے قابل قدر ہے۔ اس بیان میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی موجودہ ترقیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان اہم شخصیات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے اپنے اپنے دور میں دارالعلوم دیوبند کیلئے مثالی قربانیاں پیش کی تھیں۔

مولانا مرغوب صاحب نے اپنے بیان میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کا تذکرہ بھی بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ کیا۔ انھوں نے اس مقصد پر اپنی فطری شرافت کا واقعی ثبوت پیش کرتے ہوئے یہ بات بھی ثابت کردی کہ دارالعلوم دیوبند کی موجودہ انتظامیہ مثبت انداز سے کام کر رہی ہے اور وہ ماضی کے اختلافات کا رونا رو کر امت مسلمہ کو باہم دست گریباں کرنے کے حق میں نہیں ہے ـــــ وہ اختلافات کا نفاذ نہیں اختتام چاہتی ہے اسی لئے ان کا لب و لہجہ بھائیوں جیسا ہے۔

مولانا مرغوب صاحب نے متوازی دارالعلوم کا تذکرہ بھی طنز و تحقیر کے ساتھ نہیں کیا بلکہ انھوں نے اسے دارالعلوم ہی کا ایک حصہ قرار دیا اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب اور ان کے حواریین کا تذکرہ بھی بس اسی انداز سے کیا جیسے سینے میں تڑپتا ہوا دل رکھنے والا کوئی غمزدہ باپ اپنے اس لڑکے کا تذکرہ اپنوں کی محفل میں کیا کرتا ہے۔ جو سازش کرنے والوں کے کیمپ میں پہنچ گیا ہو۔ یا از راہ ہٹ دھرمی اپنی سسرال میں جا کر مقیم ہوگیا ہو۔

آنکھیں وہ منظر دیکھنے کیلئے ابھی بیتابی سے بہرہ ور ہیں جب فضلائے دارالعلوم دیوبند کی یہ بکھری ہوئی برادری آپس میں گلے مل جائے گی اور متوازی دارالعلوم چلانے والے افراد بھی مثبت انداز سے سوچنے کی عادت کو اپنائیں گے۔ اور دوسرا مدرسہ کسی اور نام سے بنائیں گے۔ اگر دیوبند میں دو دارالعلوم ایک ہی نام سے چلے تو عوام و خواص سبھی کا سکون غارت رہے گا۔ اور مسلک کی نیا اسی طرح ڈانواڈول رہے گی جس طرح فی زمانہ ڈانواڈول ہے ـــــ دیوبند ہندوستان کا مدینہ کہلاتا تھا اور یہاں کے رکشہ پولر اور تانگہ ہانکنے والے مسلمان بھی کسی دور میں شب بیدار اور پرہیزگار ہوا کرتے تھے۔ لیکن علماء کے باہمی اختلافات نے عوام کے اندر بے شمار خرابیاں پیدا کردی ہیں۔ جھوٹ، نفاق، خوشامد، چاپلوسی، غیبت، تمسخر، الزام تراشی، بے حیائی جیسے روحانی امراض اب دیوبند میں طاعون کی طرح پھیل رہے ہیں اور اس کی جہاں دوسری وجوہات ہیں وہاں بنیادی وجہ علماء کا آپسی اختلاف بھی ہے۔

اگر یہ اختلافات اسی طرح باقی رہے تو "روحانی طاعون" گھر گھر میں اسی طرح پھیلا رہے گا ـــــ سنجیدگی اور تقدس کی لاشیں اسی طرح گھر گھر سے نکلتی رہیں گی جس طرح فی الحال نکل رہی ہیں۔ اور بے گور و کفن معاشرے کی سڑکوں پر پڑی سڑ رہی ہیں ـــــ ہماری دعا ہے کہ علمائے دیوبند کا اختلاف ختم ہوجائے۔ اور عوام الناس کو اس روحانی طاعون سے نجات حاصل ہوجائے جس میں وہ بُری طرح مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور اس کی بہت بڑی ذمہ داری اُن علماء پر ہے جو مدمقابل علماء کی پگڑیاں اُچھال کر عوام الناس میں جسارت اور ڈھٹائی پیدا کرنے کی خدمت انجام دینے میں مصروف ہیں۔

متوازی دارالعلوم بنانے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ دارالعلوم دیوبند فضلائے دارالعلوم کیلئے مادر علمی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری ماں کی تخلیق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سگی ماں کے ہوتے ہوئے سوتیلی ماں مہیا کی جارہی ہے۔ اور سوتیلی ماں بہرحال سوتیلی ماں ہوتی ہے اس میں لاکھ خوبیاں ہوں تو بھی وہ سگی ماں کا درجہ نہیں پاسکتی۔

ہمارے خیال میں یہ اختلاف اب بھی ختم ہوسکتا ہے۔ شرط یہ کہ خاندانِ مدنی اور خاندانِ قاسمی کے درمیان اٹھی ہوئی دیواروں کو گرانے والے افراد اپنے اپنے مفادات کو نظرانداز کردیں۔ اور دیوبند کے روحانی سکون کیلئے اپنے اپنے اغراض کا گلا گھونٹ دیں ـــــ بڑا ظلم اُن حضرات نے کیا ہے جو موجودہ ان دونوں خاندانوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔ اور اپنی اغراض پرستیوں کے بُت خانے سے نکلنے کیلئے تیار نہیں

کیونکہ ان مُحبت خانوں سے نکل کر وہ ہر سال ایک نئی شیروانی نہیں بنا سکتے۔ اور نہ ہی آسمانِ سماج پر اونچی اڑان اڑ سکتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے قضیئے نے جہاں بیشمار لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے وہاں یہ بھی ہوا ہے کہ لاتعداد لوگ مالا مال ہوگئے۔ کوٹھیاں بن گئیں۔ کاریں آگئیں۔ ہوائی جہازوں میں اُڑنے لگے۔ اور کیا چاہیئے فرعون و قارون کی طرح مشہور بھی ہوگئے اور دولت مند بھی۔ اور مادہ پرست لوگوں کو اس کے سوا اور چاہیئے بھی کیا۔؟ ـــــ اہل حق کی ڈگر پر چلتے تو مرنے کے بعد اپنی ذاتی الماری سے تسبیح، مسواک اور مصلّے کے سوا کیا نکلتا۔ اور اب اتنا چھوڑ کر مریں گے کہ پسماندگان کے وارے کے نیارے ہوجائیں گے۔ اور ترکہ مفتوں تقسیم نہیں ہو پائیگا۔

اب رہی آخرت۔! تو بے چاری آخرت کا اُٹھنے ہی کیا۔؟

اگر آخرت کی پرواہ ہوتی تو یہ اختلاف اسی دن ختم ہوگیا تھا جس دن تمام تدبیروں اور ہتھکنڈوں کے باوجود دارالعلوم دیوبند پر دوسرا گروہ قابض ہوگیا تھا۔ بات تو جب بھی جب مولانا سالم صاحب مولانا اسعد مدنی کو ہراتے یا بعد میں دارالعلوم سے بے دخل کردیتے۔ دوسرا دارالعلوم بنانا تو اپنی دُکان تعمیر کرنا ہے۔ اور اس کا نام دارالعلوم رکھنا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ دوسرے دارالعلوم کی بنا کے حق میں نہیں تھے۔ فلہٰذا دوسرے دارالعلوم کی بنا حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی فکر و سوچ سے بھی بغاوت ہے۔ اور انہیں روحانی دُکھ پہنچانے کے برابر ہے ـــــ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضرت مولانا اسعد مدنی اربابِ غرض کے غلط مشوروں سے بلند ہوکر صرف شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مزاج کو مدنظر رکھ کر سوچیں اور حضرت مولانا سالم صاحب اولاد کی لن ترانیوں سے بے پرواہ ہوکر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی فطرت کو پیش نظر رکھ کر دل و دماغ کو حرکت دیں تو باہمی اختلافات اپنی موت آپ مرجائیں۔ لیکن شاید ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے صلح پسند لوگوں کو صبر کرنا چاہیئے اور کسی معجزے کا انتظار کرنا چاہیئے۔

سُنّتِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اہم اجزاء

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سنت کے بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ندامت میری پونجی، محبت میرا دستور، شوق جہاد میری سواری، ذکر اللہ میری آرزو، غم میرا دوست، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضائے الٰہی میرا مالِ غنیمت، غربت میرا امتیاز، زہد میرا طریقہ، یقین میری روزی، سچ میرا گواہ، اطاعت میرا شرف، تبلیغ میری عادت، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

غزلیں

ٹوٹے ہوئے پتوں کی طرف دیکھ لیا تھا
خود اپنے قبیلوں کی طرف دیکھ لیا تھا

دولت مجھے ملتی ہے دعاؤں کی بدولت
بس میں نے فقیروں کی طرف دیکھ لیا تھا

پھر کوئی غلط فیصلہ ممکن ہی نہیں تھا
نبیوں کے اصولوں کی طرف دیکھ لیا تھا

دی اس کو سزا چھین لی بینائی بھی اس کی
مزدور نے محلوں کی طرف دیکھ لیا تھا

پھر میں نے کسی پر کوئی تنقید نہیں کی
جب اپنے گناہوں کی طرف دیکھ لیا تھا

کشتی کو ڈبویا مری ملاح نے ضد میں
کیوں میں نے کناروں کی طرف دیکھ لیا تھا

ممکن ہی نہیں تھا ترا منزل پہ پہونچنا
تو نے بھی سہاروں کی طرف دیکھ لیا تھا

دانش عامری
محلہ ابوالمعالی دیوبند

جنوں کے ساتھ مذاق نظر عجیب لگا
وہ ایک شخص مجھے عمر بھر عجیب لگا

یہ کیا ہوا کہ مسیحا نے پھیر لی آنکھیں
مجھے تمہاری دعا کا اثر عجیب لگا

جلا کے رکھ دیا دل کو گھنیری چھاؤں نے
تمہارے شہر کا اک اک شجر عجیب لگا

نماز عشق و محبت تھی معتبر لیکن
سجود دل کو ترا سنگ در عجیب لگا

بس ایک پھول سے مجھ کو لہولہان کیا
یہی کمال کف بے ہنر عجیب لگا

نہ زاد راہ، نہ رہبر، نہ ہم سفر کوئی
مسافران عدم کا سفر عجیب لگا

سجا سنوار کے رخصت ہوا تھا گھر سے نسیم
وطن میں لوٹ کر آیا تو گھر عجیب لگا

نسیم اعظمی جگدیش پور اعظم گڈھ

ذہانت اور مزاح شاید لازم و ملزوم ہیں جد
ہے کہ اس انسان کامل کے فرمودات میں بھی
جو متانت، وقار اور بردباری کا مجسم تھا مزاح لطیف کے
متعدد نمونے ملتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اسکے وفا کیش خادم اشرف علی
کی ذہانت مزاح لطیف کی تراوش سے کیسے دامن کش رہتی۔ چند نمونے بطور
تبرک ملاحظہ کیجیے — (طلسماتی دنیا)

حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کے لطائف

ایک مرتبہ اس بات کا تذکرہ فرمارہے تھے کہ قلب کا تعلق خدا کے سوا کسی اور سے نہیں ہونا چاہیے اور اس میں خدا کی یاد کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ اس کو اس طرح بیان کیا کہ آج کل لوگوں نے قلب کو مرادآباد اسٹیشن کا اسلامی مسافر خانہ بنا رکھا ہے کہ وہاں سب آکر ٹھہرتے ہیں، بریلی والے بھی، سہارنپور والے بھی میاں قلب تو ایک ہی کے رہنے کی جگہ ہے۔

●

ایک بچہ تعویذ لینے کیلئے آیا۔ فرمایا یہ نیاز کا لڑکا ہے اس کا نام ایاز ہے نام میں نے ہی رکھا ہے قافیہ کی رعایت سے ایک روز میں نے نیاز سے کہا تھا کہ اب اگر تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوا تو کیا نام رکھو گے۔ قافیہ کا نام اب تو مشکل ہے ہاں ایک ہے پیاز۔ جب نام کا قافیہ نہیں رہتا تو قافیہ تنگ ہو جاتا ہے۔

●

ایک شخص نے بیعت کرنے کیلئے آپ کو خط لکھا کہ اگر حضور نے مرید نہ کیا تو مثل بے آب ماہی کے جان تڑپ تڑپ کے نکل جائے گی۔ اس کا خط پڑھنے کے بعد فرمایا:
"اسکی مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اپنا مکان میرے نام رجسٹری کردو، ورنہ تڑپ تڑپ کر مرجاؤں گا۔"

●

ایک صاحب مجلس میں اس طرح بیٹھے تھے کہ تمام منہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا دیکھ کر فرمایا:

"یہ چوروں کی طرح یا جیسے کوئی سی۔آئی۔ڈی ہوتا ہے اس طرح کیوں بیٹھے ہو۔ کیا مجلس میں بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے؟ آخر عورتوں کی طرح سے گھونگھٹ کیوں نکال رکھا ہے؟

اس سوال کا اس شخص نے اس قدر آہستہ آواز میں جواب دیا کہ کوئی بھی نہ سن سکا اس پر فرمایا:-
" دیکھا گھونگھٹ کا اثر۔ آواز بھی عورتوں جیسی ہو گئی ہے کہ کوئی بھی نہ سن سکا۔"

●

ایک سلسلۂ گفتگو میں بطور ظرافت فرمایا" آجکل جس قدر نئی نئی چیزیں ایجاد ہوئیں ہیں۔ ان کے نام بھی وحشت ناک ہیں۔ مثلاً ہول ڈر کہ ہول بھی ہے ڈر بھی۔ موٹر عربی لفظ ہے جس میں موت بھی ہے اور مر بھی۔"

●

"توکل کے متعلق مجلس میں تذکرہ ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا توکل کا استعمال تو دین کے لئے ہی رہ گیا ہے۔ دنیا کے کاموں میں کوشش کرتے ہیں۔ سعی کرتے ہیں، دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ لیکن دین کے کاموں میں توکل کرتے ہیں۔ اس توکل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قوم نکاح کرنا چھوڑ دے اور توکل پہ اولاد کی تمنا کرے۔ کیا اس طرح اولاد پیدا ہوگی؟

●

ایک شخص نے بیعت ہونے کیلئے لکھا اور الفاظ یہ استعمال کئے کہ مجھ کو اپنی فرزندی میں داخل کرو۔ حضرت نے لکھا۔ "شریعت میں دو شخصوں کا فرزند ہونا جائز نہیں۔ اپنے باپ کے تو فرزند ہو ہی۔ دوسروں کے کیسے ہو سکتے ہو"

●

ایک شخص نے دریافت کیا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ حضرت نے جواب میں پوچھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ اس پر سوال کرنے والے نے کہا کہ علماء کو اتنا خشک نہیں ہونا چاہیئے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ جہلاء کو اتنا تر بھی نہ ہونا چاہیئے کہ ڈوب ہی جائیں۔

●

مروجہ سکولوں اور کالجوں کے متعلق فرمایا "یہ کالج نہیں بلکہ فالج ہیں، کیوں کہ دین کی حس ان میں تعلیم پا کر نہیں رہتی۔"

●

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت ایک مکان کی بنیاد رکھی گئی ہے اس میں تین چار پرانی قبریں نکل آئی ہیں۔ اس صورت میں وہاں مکان بنا سکتے ہیں؟ فرمایا" جب قبریں پرانی ہو جائیں تو وہاں مکان بنا سکتے ہیں۔ مُردوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ مُردوں سے ڈرا کرتے ہیں۔

●

حضرت کو کھانسی آرہی تھی۔ ایک شخص نے کہا حضرت شریفہ میوہ جات میں اچھی چیز ہے۔ ممکن ہے کھانسی کے لئے مفید ہو۔ حضرت نے چونکہ دو شادیاں کر رکھی تھیں۔ اس لئے مزاحاً فرمایا کہ اگر آپ لائیں تو کسی شریف کو لائیں۔ شریفہ کو نہ لائیں۔ دو ہی بہت ہیں۔ کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنی ہے۔

●

ایک شخص نے خط لکھا جو پڑھا نہیں جاتا تھا۔ اس خط میں یہ مضمون درج تھا کہ میں نفس کی اصلاح کرانا چاہتا ہوں۔ حضرت نے لکھا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ خط کی اصلاح کریں۔

●

تیسرا باب

بَابُ القرض

استخاروں اور قضائے حاجات کے مجرب اور زود اثر فارمولوں کے بعد اب ہم قرض کی ادائیگی کے کچھ اوراد و وظائف نقل کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ ان کو معمولات میں شامل کر لینے سے خالق اکبر غیب سے کچھ ایسے حالات پیدا فرما دیتا ہے کہ جو قرض کی ادائیگی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کو جب بھی کسی مالی یا جانی مشکل کا سامنا ہوا ہے انھوں نے اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے سب سے پہلے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور اللہ نے انہیں اپنی رحمتوں سے محروم نہیں رکھا۔ دیا اور اتنا دیا کہ اس کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ کیوں نہ اپنے بزرگوں کی تقلید کرتے ہوئے ہم بھی مشکلات کے دور میں کہیں اور دامن پھیلانے کے بجائے اپنے مالک ہی سے فریاد کریں۔ وہی ہمیں تمام مشکلوں سے نجات دلا سکتا ہے اور وہی ہمارے سَروں سے قرض کا بوجھ اُتروا سکتا ہے۔ وہ رحیم و کریم بھی ہے اور وہ قادرِ مطلق بھی ہے۔ قرض کی ادائیگی کے بہت سے فارمولے پیش کئے جا رہے ہیں۔ آپ جس عمل کو بآسانی پوری دلجمعی کے ساتھ پڑھ سکتے ہوں۔ اسی کا انتخاب کریں۔ اور کچھ عرصے تک اسی پر عمل پیرا رہیں۔ انشاء اللہ رحم و کرم کا باب ضرور کھلے گا اور قرضوں سے چھٹکارا ضرور نصیب ہوگا ____ اس کے یہاں دیر ممکن ہے اندھیر ممکن نہیں ہے۔

طریقہ ۱ اگر آپ خدا نہ کرے بہت زیادہ مقروض ہو گئے ہوں۔ اور قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز کردہ یہ دعاء جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد سَو مرتبہ روزانہ پڑھیں۔ شروع و آخر میں ۳-۳ مرتبہ درود شریف بھی پڑھیں۔ انشاء اللہ چند ہفتے نہیں گزریں گے کہ قرض کے بوجھ سے آپ کو نجات مل جائے گی۔ قرض خواہ قرض معاف کر دے گا یا پھر کسی ایسی جگہ سے رقم کا بندوبست ہوگا جہاں کا کوسوں گمان بھی نہیں ہوگا ____ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ فارمولہ ہے۔ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

دعاء یہ ہے ____ اَللّٰھُمَّ اَکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

طریقہ ۲ قرض کا بوجھ بڑھ جانے پر سورۂ واقعہ روزانہ مغرب کی نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھیں اور ہر ایک مرتبہ ختم سورۃ پر یہ دعاء تین مرتبہ پڑھیں۔ گویا کہ دعاء روزانہ نو مرتبہ پڑھیں اور پھر اپنے خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھیں۔ کس طرح وہ غیب سے مدد کے دروازے کھولتا ہے۔

اگر ایک چلے تک بھی قرض ادا نہ ہو تو ۴۱ ویں دن یہ دعاء ۲۵۳ مرتبہ پڑھ کر سجدے میں جا کر قرض کی ادائیگی کی دعاء کرے۔ انشاء اللہ رحمت جوش میں آجائے گی اور بیڑہ پار ہو جائے گا۔

دعاء یہ ہے ____ اَللّٰھُمَّ یَا رَازِقَ الْمُقِلِّیْنَ وَیَا رَاحِمَ الْمَسَاکِیْنَ وَیَا خَیْرَ النَّاصِرِیْنَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ

تَشْعَبُ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ رِزْقُنَا فِی السَّمَآءِ فَاَنْزِلْہُ وَاِنْ کَانَ فِی الْاَرْضِ فَاَخْرِجْہُ وَاِنْ کَانَ مَعْدُوْمًا فَاَثْبِتْہُ وَاِنْ کَانَ بَعِیْدًا فَقَرِّبْہُ وَاِنْ کَانَ قَرِیْبًا فَیَسِّرْہُ وَاِنْ کَانَ یَسِیْرًا فَکَثِّرْہُ وَاِنْ کَانَ کَثِیْرًا فَطَیِّبْ لَنَا وَبَارِکْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

طریقہ ۳ اگر کسی پر قرض کا بوجھ ہو اور آمدنی کم ہونے کی وجہ سے ادائیگی کے آثار نہ ہوں تو رات کو ۱۲ بجے کے بعد جب سارا گھر سو گیا ہو۔ اُٹھے وضو کرے اور تین مرتبہ اپنی داڑھی میں کنگھی کرے اور تین بار اس دعا کو پڑھے پہلے تین مرتبہ کنگھی کرلے پھر تین مرتبہ دعا پڑھے۔ انشاء اللہ کچھ دنوں کے بعد قرض ادا ہو جائے گا۔ یہ عمل ایک بار کرلے یا پھر ایک دو ہفتوں تک ہر جمعہ کی شب میں کرلے تو بہتر ہے۔

دعا یہ ہے ——— بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یَا قَدِیْمُ یَا دَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا وِتْرُ یَا مَنْ لَّمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

طریقہ ۴ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرض کی ادائیگی کیلئے جمعرات کے دن ظہر کے بعد چار رکعت نماز پڑھے۔ دو دو کرکے۔ دونوں رکعت کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ قدر دس بار اور سورۂ اخلاص ایک بار اور دوسری رکعت میں سورۂ زلزال دس بار اور سورۂ اخلاص ایک بار پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد اُٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے ——— اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ وَلَمْ یُخْلِفْھُمْ مُجْلِبَ مَنْفَعَتِہٖ لَا یَزِیْدُ فِیْ مُلْکِہٖ طَاعَۃُ الْمُطِیْعِیْنَ وَیُصَدِّقُ وَیَسْتَطِیْعُ وَیَظْلِمُ وَیَعْتَدِلُ وَیُخْفَرُ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ عِلْمِہٖ وَمُنْتَھٰی عِلْمِہٖ وَمَا فِیْ عِلْمِہٖ۔ پھر اُٹھے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والعدیٰت دس مرتبہ اور سورۂ اخلاص ایک مرتبہ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون دس مرتبہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ ناس ایک ایک مرتبہ پڑھے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ یَا مَنْ ذِکْرُہٗ شَرَفٌ لِّلذَّاکِرِیْنَ یَا مَنْ شُکْرُہٗ فَوْزٌ لِّلشَّاکِرِیْنَ وَیَا مَنْ طَاعَتُہٗ مَلْجَاءٌ لِّلْمُطِیْعِیْنَ وَیَا مَنْ رَافَتُہٗ مَلْجَاءٌ لِّلْعَاصِیْنَ وَیَا مَنْ لَّا یَخْفٰی عَلَیْہِ نَبَاُ الْمُحْتَاجِیْنَ وَیَا مَنْ لَّا مَلْجَاءَ حَوَائِجِ السَّائِلِیْنَ اَسْئَلُکَ بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ وَمُنْتَھَی الرَّحْمَۃِ مِنْ کِتَابِکَ وَبِاسْمِکَ الْاَعْظَمِ وَجَدِّکَ الْاَعْلٰی وَکَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تَقْضِیَ دَیْنِیْ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

طریقہ ۵ قرآن حکیم کی یہ آیت ادائے قرض کے لئے سات بار صبح و شام پڑھی جائے تو انشاء اللہ قرض ادا ہو جائیگا۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

طریقہ ۶ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ ادائے قرض کے واسطے کسی شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے اسم اعظم طلب کیا آپ نے فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ اس کے بعد کہہ۔ یَا اَللّٰہُ

یَا اَللّٰہُ اَنْتَ اللّٰہُ اَنْتَ اللّٰہُ بَلٰی وَاللّٰہِ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ وَاللّٰہِ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ بَعْدَ الدَّیْنِ ——— اس شخص نے رات کے وقت یہ عمل کیا اور صبح کو اس کو کسی ذریعے دو لاکھ درہم مل گئے ——— یہ عمل بہت مجرب ہے اگر حُسنِ نیت اور کامل یقین کے ساتھ کرے گا تو انشاء اللہ غیب سے مدد ہوگی۔

طریقہ ۷ قرض کی ادائیگی کے لئے یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھے ایک ایک مرتبہ اول و آخر درود شریف بھی پڑھے۔ جب تک قرض ادا نہ ہو جائے دعا کرتا رہے۔ انشاء اللہ زیادہ دن نہیں گزریں گے کہ قرض کی ادائیگی کی صورت پیدا ہوگی۔

دعا یہ ہے ——— یَا اللّٰہُ یَا اَحَدُ یَا وَاحِدُ یَا مَوْجُوْدُ یَا جَوَادُ یَا بَاسِطُ یَا کَرِیْمُ یَا وَھَّابُ یَا ذَا الطَّوْلِ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیُّ یَا فَتَّاحُ یَا رَزَّاقُ یَا عَلِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ انْفَحْنِیْ مِنْکَ وَبِنَفْحَۃٍ خَیْرٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَمَّنْ سِوَاکَ فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ۔ اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِیُ یَا مُعِیْدُ یَا وَدُوْدُ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ وَفَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔

طریقہ ۸ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے قرض کی ادائیگی کے لئے اس عمل کو مجرب قرار دیا ہے۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ ۴۱ روز تک قمری مہینے کی نوچندی جمعرات سے لگاتار پڑھا جائے۔ انشاء اللہ اس دوران قرض ادا ہو جائے گا۔

عمل یہ ہے ——— بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَعَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ——— یہ درود پڑھنے کے بعد سجدہ کرکے قرض کی ادائیگی کی دعا کرے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہو جائے گی۔

طریقہ ۹ بزرگوں نے اس نماز کو "صلوٰۃ الکیمیا" قرار دیا ہے۔ اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن بعد نمازِ مغرب دو رکعت نماز نفل کی نیت باندھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ستر مرتبہ پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔ سلام پھیرنے کے بعد سجدے میں پہلی والی آیت پھر ستر مرتبہ پڑھے اور دعا مانگے کہ الٰہی میرا قرض ادا ہو جائے۔ یہ عمل چالیس روز تک کرے۔ انشاء اللہ اس دوران قرض ادا ہونے کی سبیل پیدا ہو جائے گی۔

طریقہ ۱۰ جو اس قدر مقروض ہو کہ اس کی ادائیگی سے ناامید ہو چکا ہو وہ حسبِ ذیل وظیفہ پڑھے۔ طریقہ اس کے پڑھنے کا یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر قبلہ رُو ہو کر باوضو تین سو مرتبہ ۴۱ دن تک پڑھے اور پھر سجدے میں جاکر قرض کی ادائیگی کی دعا مانگے۔ انشاء اللہ خزانۂ غیب سے اس کا قرض ادا ہوگا۔

وظیفہ یہ ہے ——— یَا مَنَّانُ ذَا الْاِحْسَانِ قَدْ عَمَّ کُلَّ الْخَلَائِقِ مَنُّہٗ یَا مَنَّانُ۔

طریقہ نمبر ۱۱

پیر یا جمعرات کے دن عروج ماہ میں فجر کی نماز کے بعد بوقتِ اشراق پہلے دن غسل کرکے دوگانہ نفل بہ نیت قضائے حاجت ادا کرے۔ پھر ایک سو ایک دفعہ درود شریف پڑھ کر یہ آیت ۱۵۹ دفعہ پڑھے آیت کریمہ وہی ہے جو طریقہ نمبر ۹ میں دی گئی ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ سے قَدْرًا تک ـــــ اس کے بعد روزانہ بغیر غسل کے یہ عمل اسی طرح جاری رکھے۔ ہم وے روز غسل کرے اور دوگانہ نماز ادا کرے۔ بعد نماز درود شریف ستر مرتبہ پڑھے۔ پھر مذکورہ آیت ۱۰۸ مرتبہ پڑھے پھر سجدے میں جا کر قرض کی ادائیگی کی دعا کرے۔ انشاء اللہ قرض ادا ہونے کا بندوبست ہو جائے گا۔

طریقہ نمبر ۱۲

جو شخص ہر فرض نماز کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک مرتبہ اور آیت شریفہ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ سے بِغَیْرِ حِسَابٍ تک پانچ مرتبہ پڑھ لیا کرے اور اول و آخر ۱۱،۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ تمام قرض ادا ہو جائے گا۔ خواہ وہ کتنا بھی ہو۔

طریقہ نمبر ۱۳

حضرت معاذ ابن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مذکورہ آیت قُلِ اللّٰھُمَّ سے بِغَیْرِ حِسَابٍ تک مذکورہ پڑھنے کے بعد ایک مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو قرض کی ادائیگی کا انتظام غیب سے پیدا ہو جائے۔

دعا یہ ہے ـــــ اَللّٰھُمَّ یَا دَائِمُ یَا فَارِجَ الْھَمِّ وَکَاشِفَ الْغَمِّ وَیَا مُجِیْبُ الدَّعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِیْ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَآءُ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ وَالْعَیْلَۃِ وَاَقْضِ عَنِّیْ دَیْنِیْ بِکَرَمِکَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ۔

یہ عمل بھی مجرب ہے اور بارہا کا آزمودہ ہے۔

طریقہ نمبر ۱۴

اکابرین نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص قرضوں کے بوجھ میں دب جائے اور جدوجہد کے بعد بھی قرض کی ادائیگی ممکن نہ ہو رہی ہو تو پھر وہ مغرب کی نماز کے بعد روزانہ یہ دعا ۲۱ مرتبہ چالیس دن تک لگاتار پڑھے۔ انشاء اللہ قرض کی ادائیگی کا راستہ پیدا ہوگا۔

دعا یہ ہے ـــــ یَا غَنِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ یَا حَمِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ یَا مُبْدِئُ جَلَّ جَلَالُہٗ یَا مُعِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ یَا وَدُوْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ یَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ط اَکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ وَاحْفَظْنِیْ بِمَا حَفِظْتَ بِہِ الذِّکْرَ وَانْصُرْنِیْ بِمَا نَصَرْتَ بِہِ الرُّسُلَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

طریقہ نمبر ۱۵

جو شخص رات کو بوقتِ تہجد اُٹھ کر آٹھ رکعت نفل ادا کرکے بحالتِ سجدہ یہ دعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرا دیں گے۔ خواہ وہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو۔

دعا یہ ہے ـــــ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّھُمَا بِیَدِکَ لَا یَمْلِکُھُمَا اَحَدٌ سِوَاکَ اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنِیْ وَوَسِّعْ عَلٰی رِزْقِیْ۔

طریقہ نمبر ۱۶

جو شخص یہ دعا فجر کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد ستر بار پڑھے گا تو انشاء اللہ آہستہ آہستہ اس کا تمام قرض ادا ہو جائے گا ـــــ

دعا یہ ہے ـــــ اَللّٰھُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ

وَجَعَلَ اللَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اِقْضِ عَنِّیْ الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ وَمَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقُوَّتِیْ فِیْ سَبِیْلِکَ۔

طریقہ نمبر ۱۷

اگر مقروض شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو مفرد حروف میں گلاب و زعفران سے اس طرح لکھ کر اپنے دائیں بازو پر تعویذ بنا کر باندھ لے تو کچھ عرصے کے بعد انشاء اللہ اس کا قرض ادا ہو جائے گا۔

ب س م ا ل ل ہ ا ل ر ح م ن ا ل ر ح ی م۔

طریقہ نمبر ۱۸

صبح و شام اس دعا کو اگر روزانہ ایک ایک مرتبہ بھی پڑھ لیا جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے قرض سے نجات مل جائے۔

دعا یہ ہے ـــــ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

طریقہ نمبر ۱۹

باوضو عشاء کی نماز کے بعد چت لیٹ کر کھلے آسمان کے نیچے ایک سو ستر مرتبہ آیت الکرسی پڑھے۔ اول و آخر ۱۱،۱۱ مرتبہ درود شریف بھی پڑھے۔ انشاء اللہ قرض ادا ہو جائے گا۔

طریقہ نمبر ۲۰

جو شخص مقروض ہو اور کوئی شکل ادائے قرض کی نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ چالیس روز تک برابر ایک وقت مقرر کرکے چالیس بار سورہ مزمل پڑھے۔ اول و آخر درود شریف ۷،۷ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ آمدنی کے ذرائع پیدا ہوں گے۔ قرض ادا ہونے کے بعد دولت خوب آئے گی۔

طریقہ نمبر ۲۱

صبح کی نماز کے بعد "اَللّٰہُ الصَّمَدُ" ستر مرتبہ مع اول و آخر درود شریف ۳،۳ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ قرض ادا ہو جائے گا۔

طریقہ نمبر ۲۲

فجر کی نماز کے بعد سورہ نصر کو چالیس مرتبہ پڑھیں۔ اور چالیس دن تک لگاتار پڑھتے رہیں اول و آخر درود شریف بھی ۳،۳ مرتبہ پڑھیں۔ انشاء اللہ بے حد آمدنی ہوگی اور تمام قرض ادا کرکے بھی رقم بچے گی۔

طریقہ نمبر ۲۳

بزرگوں سے ایک طریقہ یہ بھی مروی ہے۔ یہ نسبتاً ذرا مشکل طریقہ ہے لیکن ایک بہت مؤثر اور مجرب طریقہ یہ ہے کہ یہ دعا ـــــ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّۃَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْھِکَ شَوْقًا اِلٰی لِقَائِکَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّۃٍ وَّلَا فِتْنَۃٍ مُّضِلَّۃٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

جمعرات کے دن بعد نمازِ فجر ایک سو ایک مرتبہ۔ بعد نماز ظہر اکیانوے مرتبہ بعد نماز عصر ۸۱ مرتبہ۔ بعد نماز مغرب ۷۱ مرتبہ بعد نمازِ عشاء اکسٹھ مرتبہ ـــــ جمعہ کے دن بعد نمازِ فجر ۷۱ مرتبہ بعد نماز ظہر ۸۱ مرتبہ۔ بعد نمازِ عصر ۹۱ مرتبہ۔ بعد نماز مغرب ۱۰۱ مرتبہ بعد نمازِ عشاء ۱۱۱ مرتبہ ـــــ ہفتے کے دن بعد نماز فجر ۱۰۱ مرتبہ۔ بعد نمازِ ظہر ۹۱ مرتبہ۔ بعد نماز عصر ۸۱ مرتبہ۔ بعد نماز مغرب ۷۱ مرتبہ۔ بعد نمازِ عشاء ۶۱ مرتبہ پڑھے۔

اسی طرح دعا پڑھنے کی تعداد ایک دن ہر نماز کے بعد دس مرتبہ گھٹاتا رہے اور دوسرے دن بڑھاتا رہے۔ اگر گی

جمعرات تک قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ بنے۔ تو جمعرات گزرنے کے بعد جمعہ کی شب میں نصف شب کے بعد غسل کرے۔ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد مصلے ہی پر کھڑا ہو کر یہی دعا دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دس مرتبہ بیٹھ کر پڑھے۔ پھر دس مرتبہ سجدے میں جا کر پڑھے۔ اور کوشش کرے کہ رونا آجائے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہو جائے گی اور بہت جلد قرض کی ادائیگی کا بندوبست ہو جائے گا ـــــ بہت ہی مجرب عمل ہے اگر دھیان سے کیا گیا تو انشاء اللہ خطا نہیں کرے گا۔

طریقہ ۲۴

قرض کی ادائیگی کیلئے بزرگوں نے ایک طریقہ یہ بھی تجویز کیا ہے کہ جب کسی شخص پر قرض کا دباؤ بڑھ جائے تو روزانہ مغرب کی نماز کے بعد ایک کٹورے میں پانی اپنے سامنے رکھ کر یہ عمل کرے۔ تین مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے بعد ۲۱ مرتبہ سورۂ فاتحہ ۲۱ مرتبہ سورۂ الم نشرح ۲۱ مرتبہ سورۂ قدر پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانی پر دم کرے۔ آدھا پانی پی لے۔ آدھا پانی کچھ اپنے منہ پر مل لے اور کچھ اپنے کپڑوں پر چھڑک لے پھر بھی اگر پانی بچ جائے تو اس کو بھی پی لے۔ اور کچھ پانی اپنے بالوں پر لگالے ـــــ انشاء اللہ کچھ دنوں کے بعد آمدنی اور امداد کے دروازے کھل جائیں گے اور قرض کے بوجھ سے نجات حاصل ہو جائے گی ـــــ یہ عمل اگر نوچندی جمعرات یا نوچندی اتوار سے کیا جائے زیادہ افضل ہے۔

طریقہ ۲۵

درج ذیل آیت کریمہ نمبر ۱ کو ہر جمعہ کو مغرب کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے۔ اوّل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور اس طرح چالیس جمعہ تک کرے اور آیت نمبر ۲ کو جمعہ کی نماز کے بعد سفید کاغذ پر لکھ کر آٹے میں گولی بنا کر جمعہ تک کنوئیں میں ڈالے۔ انشاء اللہ تونگر ہو جائے گا اور قرضوں سے بھی نجات ملے گی۔

آیت ۱ یہ ہے ـــــ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (پارہ ۴ رکوع ۸)

آیت ۲ یہ ہے ـــــ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (پارہ ۸ رکوع ۹)

طریقہ ۲۶

سورہ کہف کا نقش لکھ کر ایک بوتل میں بند کر کے رکھ لیں۔ انشاء اللہ کچھ دنوں کے بعد رفتہ رفتہ محتاجی اور تنگدستی دور ہو جائے گی اور بفضل خداوندی قرض بھی آہستہ آہستہ ادا ہو جائے گا۔ (سورہ کہف پندرھویں سپارے میں ہے) اس کا نقش کسی باعمل عالم سے یا صاحب فن عامل سے بنوالیا جائے۔

طریقہ ۲۷

ایک اہم طریقہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس طریقے کو عاملین نے "کبریت احمر" لکھا ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ ایک قیمتی متاع ہے جسے افادیت عامہ کیلئے بیان کیا جارہا ہے۔

اسم "یا بُدُّوحُ" کو چار ہزار مرتبہ روزانہ نصف رات کے بعد پڑھیں۔ پڑھتے وقت لوبان یا عود وغیرہ کی دھونی لیتے رہیں عروج ماہ میں یا نوچندی جمعرات سے ابتدا کریں ـــــ دوران چلہ ہر قسم کے گوشت سے پرہیز رکھیں۔ روزانہ تعداد پوری ہونے پر تین مرتبہ یہ عزیمت پڑھیں۔ اس اسم مبارک کے فرشتو! تمہیں اس اسم مبارک کی قسم ہے اور رب العٰلمین کا

واسطہ ہے کہ میرے قرض کی ادائیگی کا بندوبست غیب سے کرو۔

اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ اَلسَّاعَۃَ اَلسَّاعَۃَ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلْوَحَا ـــــ چالیس دن کے اندر اندر یا کچھ ایام کے بعد قرض کی ادائیگی کا بندوبست اللہ کے فضل و کرم سے ہو جائے گا۔ چالیس دن پڑھنے کے بعد عمل موقوف کر دے اور رحمت خداوندی کا انتظار کرے۔

طریقہ ۲۸

آخر شب میں اٹھ کر ۸ رکعات بہ نیت تہجد ادا کرے اور بعد فراغت نماز یہ دعا ۲۱ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ قرض کی ادائیگی کی راہیں پیدا ہوں گی۔

دعا یہ ہے ـــــ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّھُمَا بِیَدِکَ لَا یَمْلِکُھُمَا اَحَدٌ سِوَاکَ اَللّٰھُمَّ اقْضِ دَیْنِیْ وَوَسِّعْ عَلَیَّ رِزْقِیْ۔

طریقہ ۲۹

صبح کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد ستر مرتبہ یہ دعا پڑھنے والا قرض سے نجات پائے گا۔ دعا یہ ہے ـــــ اَللّٰھُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّیْلِ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا اِقْضِ عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ وَمَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَقُوَّتِیْ فِیْ سَبِیْلِکَ۔

طریقہ ۳۰

صبح کی اذان ہوتے ہی بیدار ہو جائے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر دو رکعت سنت پڑھے اور پھر اسی جگہ بیٹھ کر ۷ مرتبہ درود شریف ۷ مرتبہ سورۂ فاتحہ اور چار سو مرتبہ "یا مجیبُ" پڑھے ـــــ اس کے بعد درود شریف پڑھتا ہوا فرض نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہو جائے۔ نماز سے فارغ ہونے تک کسی سے کلام نہ کرے۔ بس درود شریف پڑھتا رہے۔ سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کی اجازت ہے۔ بالکل اسی طرح دو ماہ تک لگاتار کرے انشاء اللہ اس عرصے میں قرض ادا ہونے کا بندوبست پیدا ہوگا۔

طریقہ ۳۱

قرض کی ادائیگی کیلئے اب ایسا طریقہ ہم نقل کر رہے ہیں کہ جو ایک بزرگ کا عطا کردہ ہے اور یہ طریقہ کسی کتاب میں آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ طریقہ انتہائی موثر اور مجرب ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد تین مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد ۷ مرتبہ سورۂ مزمل پڑھیں اس کے بعد سورۂ یٰسین پڑھنا شروع کریں ہر مبین پر ٹھہر کر یہ دعا ۱۱ مرتبہ پڑھیں۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔ ساتوں مبین پر رک کر یہ دعا گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ سورۂ یٰسین اسی طرح ختم کرنے کے بعد سات مرتبہ سورۂ مزمل پھر پڑھیں اس کے بعد تین مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اور سجدے میں چلے جائیں اور قرض کی ادائیگی کے لئے دعا کریں۔ چار جمعوں تک لگاتار ایسا کریں۔ انشاء اللہ غیب سے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا ہوں گے۔

طریقہ ۳۲

جمعہ کی شب میں نصف شب کے بعد کھڑے ہو کر قبلہ رو ایک ہزار مرتبہ یہ آیت پڑھے۔ اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ۔ تعداد پوری ہونے کے بعد کھڑے ہی کھڑے کچھ دیر قرض کی ادائیگی کی دعا کرے۔ پھر بیٹھ کر کچھ دیر دعا کرے۔ پھر سجدے میں جا کر کچھ دیر دعا کرے پھر کھڑے ہو کر کچھ دیر دعا کرے انشاء اللہ دعا قبول ہوگی اور غیب سے آثار و اسباب پیدا ہوں گے۔

طریقہ ۳۳

ساٹھ دن تک ہر فرض نماز کے بعد ۱۴۰ مرتبہ الم نشرح (پوری سورۃ) پڑھے۔ اور ہر فرض نماز کے بعد

قرض کی ادائیگی کی دعا کرے۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ مجرب ہے اور بہت ہی آسان عمل ہے۔ ہر ضرورت مند کو کرلینا چاہئے۔

طریقہ ۳۵ اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ کا نقش اپنے عنصر کے مطابق کسی عامل سے بنوالیا جائے پھر اس کو نقل کرکے روزانہ تین عدد آٹے کی گولی میں بند کرکے کسی تالاب یا دریا یا کنوئیں میں ڈالیں۔ چالیس روز تک کوئی ایک وقت صبح شام کا متعین کرکے گولیاں ڈالی جائیں۔ انشاء اللہ چلّہ پورا ہونے سے پہلے ہی قرض کی ادائیگی کیلئے رقم کا بندوبست ہوجائے گا۔

طریقہ ۳۶ ہر نماز کے بعد ۸ دن تک یعنی کُل چالیس نمازوں کے بعد لگاتار سورۂ واقعہ ایک بار پڑھا جائے بمع درود شریف اور روزانہ قرض کی ادائیگی کی دعا کی جائے۔ اللہ رب العزت غیب سے اسباب پیدا فرمادیںگے اور قرض کی مصیبت سے نجات عطا فرمائیں گے۔

طریقہ ۳۷ چالیس سکوں پر، ہر ایک سکے پر سَو مرتبہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اور سَو مرتبہ وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ پڑھ کر دم کرکے کسی ڈبے میں رکھ لے اور ایک سکہ روزانہ کسی فقیر کو دیں اگر فقیر نہ ملے تو کسی کنوئیں میں ڈالیں۔ یہ خیال رہے کہ فقیر کو دیتے وقت یا کنوئیں میں ڈالتے وقت باوضو ہو اور نیت قرض کی ادائیگی کی ہو۔ انشاء اللہ چالیس دن کے اندر اندر رقم کا انتظام ہوگا اور قرض ادا ہوجائے گا۔

طریقہ ۳۸ روزانہ عشاء کی نماز کے بعد تین بار اپنی داڑھی میں کنگھی کرے اور ہر بار کنگھی کرتے وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا قَدِیْمُ یَا دَائِمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا مَنْ لَّمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ نُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

طریقہ ۳۹ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی کے اوپر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو یہ دعا بکثرت پڑھنے سے وہ قرض ادا ہوجائے گا۔

دعا یہ ہے ——— اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْکَرْبِ اَللّٰھُمَّ کَاشِفَ الْھَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِیْ فَارْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَمَّنْ سِوَاکَ۔

طریقہ ۴۰ روزانہ فجر کی نماز کے بعد اور عشاء کی نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَارْحَمْنِیْ سَو مرتبہ پڑھنے سے قرضوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اور بندے پر رحم و کرم اور رزق و عطا کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

طریقہ ۴۱ عشاء کی نماز کے بعد روزانہ ۲۹ مرتبہ حروفِ مقطعات کو پڑھ کر قرض کی ادائیگی کی دعا کیجائے انشاء اللہ چند ہفتوں کے بعد اسباب اس طرح پیدا ہوں گے کہ عقل حیران رہ جائے گی۔

حروف مقطعات یہ ہیں۔

الٓمّٓ ــ الٓمّٓصٓ ــ الٓرٰ ــ الٓمّٓرٰ ــ کٓھٰیٰعٓصٓ
طٰہٰ ــ طٰسٓمّٓ ــ طٰسٓ ــ یٰسٓ ــ صٓ
حٰمٓ ــ حٰمٓ عٓسٓقٓ ــ قٓ ــ نٓ

پچھلے دنوں میں سیر کو گئی تھی۔ میرے شوہر کے ایک گہرے دوست نے کئی بار زور دیا تھا۔ میں شاید نہ بھی جاتی۔ مگر یہ کئی بار اپنے اس دوست کی تعریف کرچکے تھے۔ کہ معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے بھی وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ ان کی گھر والی نہ جانے تھوڑی سی آمدنی میں اپنے گھر کا تمام خرچ کس طرح چلالیتی ہے۔ میں ایسی چست اور سگھڑ گھر والی سے ضرور ملنا اور ہوسکے تو کچھ سیکھنا بھی چاہتی تھی۔

میں وہاں جاکر دنگ رہ گئی۔ ان کا چھوٹا سا کوارٹر تھا۔ کوارٹر کیا تھا۔ صرف دو کمرے ان کے پاس تھے مگر اتنے صاف ستھرے گھر میں کہیں کوڑا نام کو نہیں۔ ہر ایک چیز اپنی جگہ فٹ۔ سامان کی کمی نہ تھی، مگر سب ایسی ترکیب سے رکھا تھا کہ اٹھنے بیٹھنے کے لئے جگہ خالی تھی۔ ٹرنک ایک پر ایک رکھے ہوئے اور صاف کپڑے سے ڈھکے ہوئے، ایک بڑا پلنگ ہے۔ دو چارپائیاں اس کے نیچے جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے ہی یہ چارپائیاں خاص طور پر اتنی بڑی بنوائی گئی تھیں کہ پلنگ کے نیچے آسکیں، ایک چھوٹی سی ٹیبل اور دو فولڈنگ کرسیاں، ایک طرف کنستروں میں رسوئی کا سامان ہے جو شاید سارے مہینے کے لئے کافی ہے اور دو تین دن ہوئے آیا ہے کھانا بھی ہم نے وہیں کھایا۔ کھانا زیادہ پرتکلف تو نہ تھا، مگر خوش ذائقہ ضرور تھا۔ ایک دال اور ایک سبزی چٹنی کھائی کہ وہ تو اپنے دوست کے پاس جا بیٹھے اور اور میں ان کی بیوی کے پاس بہت سی باتیں ہوئیں۔ مگر یہاں میں صرف انہی باتوں کا ذکر کروں گی۔ جو ان کے گرہست سے متعلق ہیں۔

انہیں پندرہ سو روپے ملتے ہیں ان میں سے ۱۰۰ روپیہ تو بیمہ میں چلا جاتا ہے ۱۰۰ روپیہ وہ ہر مہینہ بچاتے ہیں۔ چھ سو روپیہ ماہوار کھانے اور دودھ کا خرچ ہے ۱۰۰ روپیہ کے قریب کپڑوں وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے۔ باقی ۱۰۰ روپیہ دھلائی، تیل، صابن تانگہ وغیرہ پر خرچ ہوتا

ہے تین روپیہ بچوں کی فیس، چھ سو روپیہ کرایہ مکان، بھنگی وغیرہ۔ سال میں چند مہینے وہ ٹیوشن کرتے ہیں۔ جس سے تین سو روپیہ ماہانہ مل جاتے ہیں۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی خاص ضرورت کے بغیر اس روپے کو خرچ نہ کیا جائے، کیوں کہ نہ جانے کب کیا وقت آجائے۔ پھر بچوں کی تعلیم اور شادی کی بھی تو فکر ہے۔"

آخر اتنی کفایت سے وہ کیسے کام چلا لیتی ہے، یہ پوچھنے پر انہوں نے کہا ——— ہمارے رہنے سہنے کا معیار ہے صفائی اور سادگی۔ اس کے بغیر گزارہ بھی تو نہیں چل سکتا۔ پھر میں خود ہاتھ سے کام کرنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتی۔ آج کل نوکر بہت مہنگا بیٹھتا ہے وہ نہ صرف تنخواہ لیتا ہے بلکہ گھر کے کام کاج اور رسوئی میں بھی لاپرواہی کرکے بہت سی چیزیں برباد کر دیتا ہے انگیٹھی جل رہی ہے تو فکر نہیں، آٹا آرام سے گوندھے گا۔ سبزی ضرورت سے زیادہ پکا کر خراب کر دے گا۔ بازار سے سبزی نسبتاً مہنگی لائے گا۔

دھوبی کے ہاں جانے والے کپڑے جلدی پھٹتے ہیں۔ اس لئے میں صرف وہی کپڑے دھوبی کو دیتی ہوں جو گھر پر نہیں دھل سکتے۔ کوٹ، نیکر، پتلون کے سوا تمام کپڑے گھر پر سی لیتی ہوں۔ میں نے سیکنڈ ہینڈ مشین ۸۰ روپے میں لی تھی۔ آج ۸ سال ہو گئے۔ اگر حساب لگایا جائے تو کئی سو روپے کی سلائی کم سے کم بچا چکی ہوں۔ صابن اکثر گھر پر بنا لیتی ہوں۔ وہ بازار سے سستا تو نہیں پڑتا، مگر کپڑے جلدی صاف کرتا ہے۔ مہینے بھر کی ضروری چیزیں ایک ساتھ منگا لیتی ہوں، تو مزدوری تانگے میں کچھ روپے بچ جاتے ہیں۔ سنیما کی عادت مجھے نہیں ہے

مٹھائیں بغیر دیکھے بیت جاتے ہیں۔ گھر میں کوئی چیز تیار رکھتی ہوں جو ناشتہ کے کام آتی ہے وقت بے وقت بازار سے مٹھائی منگانا بہت مہنگا پڑتا ہے اور چیز بھی نقصان دہ ملتی ہے۔

میں نے پوچھا ——— پڑوس کی عورتوں کو دیکھ کر کیا آپ کے دل میں طرح طرح کی خواہشات پیدا نہیں ہوتیں؟"

کہنے لگیں ——— کیوں نہیں، لیکن جب اپنے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ تب میں ان کا بھی دھیان کرتی ہوں جنکی مالی پوزیشن ہم سے بھی کمزور ہے تب خدا کا شکر منا کر ایسی خواہشات کو دبا دیتی ہوں۔ بڑائی کی بات نہیں کرتی، پڑوس کے گھر کا رہن سہن ہم سے اچھا نہیں ہے کئی سو روپے پاتے ہیں۔ پھر بھی ایک پیسہ نہیں بچاتے۔ پڑوسن روز پیسے کی کمی کی شکایت کرتی ہے۔ لیکن وہ کام خود نہیں کرتی۔ میں سمجھتی ہوں کہ کفایت شعاری کمائی کا دوسرا نام ہے جتنا خرچ میں خود کام کرکے بچاتی ہوں۔ اتنی آمدنی ہماری زیادہ سمجھیے۔ میں خود کام کرکے کافی روپے ماہوار بچا لیتی ہوں۔

باتیں تو اس گھر والی سے بہت ہوئیں۔ لیکن ان کا لب ولباب یہی ہے وہاں سے لوٹی تو میرا دل بے حد خوش تھا۔ گویا ایک نئی دنیا دیکھ آئی ہوں۔ کفایت شعاری کی اور بھی مثالیں میں نے دیکھی ہیں۔ پیسے کو دانت سے پکڑ کر چلنے والے مکھی چوس کنجوس بھی میں نے دیکھے ہیں۔ کئی ہزار آمدنی کے ہوتے ہوئے بھی میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے پہننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ بچوں کو ایک ایک پیسہ خرچ کرنے کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے، گھر میں آئے مہمان کو پانی تک نہ پوچھنے والے میری آنکھوں میں ہیں ——— لیکن ایسا گھر میرے لئے نیا تھا، جو اس قدر محدود آمدنی ہوتے ہوئے بھی پورے طور پر آراستہ ہو

رہن سہن کا اسٹینڈرڈ ٹھیک ہو، مستقبل کی بھی فکر ہو۔ بس یہی تو سگھڑ بیوی کا کام ہے۔ دونوں خاوند بیوی خوش ہیں۔ کوئی خاص کمی وہ محسوس نہیں کرتے۔

٭ ٭

کئی سال سے گرمیاں پہاڑ پر گزارنے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نہ کوئی کام آ ہی پڑتا تھا۔ اب کسی طرح کام کو دھکیل کر، اس سے پیچھا چھڑا کر، یہاں نکل آئی ہوں دیکھتی ہوں کہ میری طرح اور بھی تو ہزاروں لوگ سیر سپاٹے کیلئے وقت نکال کر آئے ہوئے ہیں۔ زندگی میں کوئی تفریح نہ ہو، تبدیلی ہوا نہ ہو تو وہ ایک بوجھ سی بن جاتی ہے۔ کام ہمارے لئے ہے نہ کہ ہم اس کے لئے ہم اس کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ تو وہ کبھی ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ زندگی میں رونق پیدا کرنے کیلئے اسے رنگین بنانے کیلئے ضروری ہے کہ اس میں تبدیلی واقع ہوتی رہے، آرام کے وقفے ملتے رہیں آرام کا مطلب سستی نہیں۔ بلکہ دل بہلاؤ تفریح اور صحت افزا مقامات کی سیر ہے انگریزی میں ایک کہاوت ہے" ورائٹی از دی سپائیس لائف" شاید اسی لئے ہمارے بزرگوں نے سال میں اتنے زیادہ تہوار رکھ دیئے تھے کہ یہ تہوار زندگی میں ورائٹی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ زندگی کی گاڑی ایک ہی رفتار سے نہ بھاگتی رہے۔ اس پہ تہوار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان کی بدولت ہماری روزمرہ کی زندگی میں نئی جان، نئی رنگینی، نئی بہار آتی رہتی ہے اور تبدیلی آب وہوا جیسے مختلف

مختلف بیماری دور ہو جانے کی بابت ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ اسی طرح زندگی کے پروگرام میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ ورائٹی پیدا کرتے رہنے سے گھریلو زندگی کی کئی تلخیاں اور باہمی شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے میں پہاڑوں اور دیگر مقامات کی سیر کو اہمیت دینا چاہتی ہوں۔

یہاں میری ایک سہیلی رہتی ہے اس کے بہت مجبور کرنے پر میں اسی کے پاس رہنے لگی ہوں۔ اسی کے ساتھ روزمرہ گھومنے جاتی ہوں بچے اپنے والد کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس کے مجبور کرنے پر میں نے بھی کھانے پینے کا الگ انتظام کر لیا ہے۔ کسی پر زیادہ بوجھ ڈالنا مناسب نہیں ہوتا۔ وقت ملتے ہی وہ میرے پاس آجاتی ہے۔ باتوں ہی باتوں میں ایک دن معلوم ہوا کہ اسکی گھریلو زندگی خوشگوار نہیں ہے وہ خاوند کے ساتھ بہت ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرتی۔ چند روز پہلے تو حالات بہت خراب ہو گئے تھے وہ پندرہ بیس دن تک گھر ہی نہیں آئے اپنی کپڑے کی دوکان پر سوتے تھے۔ وہیں کھانا منگوا لیتے تھے۔

بس گھر سے ان کا ایک ناطہ تھا کہ بچے کے ہاتھ ساگ سبزی وغیرہ ضروری چیزیں گھر بھجوا دیتے تھے۔ میں سنکر دنگ رہ گئی کہ ایسی بھی ناراضگی کیا؟ اصل سبب کیا تھا

وہ تو خدا جانے لیکن میں نے اس کی سہیلیوں سے سنا ہے کہ اس میں بیوی کا ہی زیادہ قصور تھا کچھ شوہر کی تنگی مزاجی کا بھی۔ بات یہ تھی کہ ان کی لڑکی کی شادی تھی وہ اسے خوب شان و شوکت سے کرنا چاہتی تھی۔ اور لڑکی کے والد شاید کچھ نامعلوم وجوہات کے باعث ایسا نہ کر سکتے ہوں گے۔ وہ روز مطالبہ کرتی کہ اتنا اتنا اناج گھی اور چینی کا بندوبست کر دو۔ اتنے ریشمی کپڑے، اتنے زیور اتنا فرنیچر منگا دو۔ انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی مگر اس کے تقاضے برابر بڑھتے گئے۔ بات چیت میں کبھی کبھی تلخی بھی آجاتی۔ کھانے کا وقت ہوتا تو نے کا، سویرے، شام تقاضے، دن بھر میں اور کوئی بات ہی نہیں ہوتی خاوند کی معذوری یا مجبوری کو وہ ان کے بہانے بازی، بے پرواہی اور کم عقلی سے منسوب کرتی ہے۔ بس یہ باتیں بڑھتی گئیں اور اس روز روز کے جھگڑے سے جان بچانے کے لئے۔ اپنی بیوی کے سامنے ڈٹنے کا انہوں نے فیصلہ کیا اور گھر آنا چھوڑ دیا۔ بیس روز تک یہی سلسلہ رہا۔ انہوں نے اچھا کیا یا برا، اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتی۔ لیکن بار بار کے تقاضوں نے ان کا ناک میں دم کر دیا؟

بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ بات وہیں تک بڑھائے جہاں تک اس سے تلخی پیدا نہ ہو۔ ویسے کسی بھی ماں کا دل اپنی اولاد کے لئے سب کچھ دینے کا ہوتا ہے۔ یہ قدرتی بات ہے لیکن اپنے مطالبے یا تقاضے کی حد اپنی حیثیت سے تو نہیں بڑھنی چاہیے رسی کو وہیں تک کھینچنا چاہیے جہاں تک وہ ٹوٹ نہ جائے۔ لڑکی کی شادی خوشی کے ساتھ ہوتی۔ اس کی بجائے بے لطفی اور بدمزگی پیدا ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی

اپنی حیثیت اور خاوند کی رضامندی دونوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے وقت اور خاوند کا "موڈ" دیکھ کر ہی بات کرنی چاہیے۔

(۲)

یہاں رہتے رہتے ایک اور گھر میں بھی آنا جانا شروع ہو گیا۔ پتی اور پتنی دونوں مزاج کے اچھے ہیں دونوں بڑے پریم سے باتیں کرتے ہیں۔ ہنستے رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے اور میرے پتی نے بھی —— دیکھا کہ اس کے پتی کے چہرے پر درد کا عکس جھلکنے لگتا ہے، جب وہ گھر کی چرچا کرتے ہیں ایک دن زیادہ کھلنے پر انہوں نے کہا کہ بیوی نے ایک دن زہر کھا لیا۔ معمولی سی بات تھی۔ ایک پڑوسن سے جھگڑا ہو گیا۔ بس غصہ ناامیدی میں تبدیل ہو گیا، کسی سے ذکر کئے بغیر ایک زہریلی دوا پی لی۔ گھنٹہ بھر بعد گھر آنے پر انہیں معلوم ہوا۔ علاج کیا گیا۔ زہر دماغ پر اثر کر گیا۔ کبھی کبھی بہکنے لگتی ہے۔ پولیس نے عزم خودکشی کے جرم میں کیس الگ چلا رکھا ہے۔ اس کیس پر کافی روپیہ خرچ ہو چکا ہے لیکن ابھی تک چھٹکارا نہیں ہوا اب گھر کا لطف کہاں؟ بچوں کی فکر بھی مجھے کرنی پڑتی ہے۔ گھر بھی اس کے بھروسہ پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ کیونکہ اس کا دماغ صحیح درست نہیں ہے۔

میں نے یہ سب سنا تو حیران رہ گئی بھلا اتنا بھی غصہ کیا؟ سچ مچ غصہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے گھر گرہستیوں کے لئے تو سب سے تیز زہر ہے، غصے کا مطلب ہے۔ دماغی توازن کا خاتمہ۔ غصہ میں آکر کبھی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس کی بھر تلافی ناممکن ہو جائے۔ ہر ایک عورت اور مرد، کو

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے —— غصہ آجانا بہت

قدرتی ہے۔ لیکن اُسے اپنی حد سے کسی بھی طرح بڑھنے نہیں دینا چاہیے" میں تو یہاں تک کہنا چاہتی ہوں کہ پتی کا چال چلن بگڑتا دیکھ کر بھی، جس پر غصہ اپنے انتہا کو پہنچ جاتا ہے —— عورت کو غصے میں اندھی ہو کر کبھی خودکشی نہیں کرنی چاہیے۔ بردباری کے ساتھ پتی کی سیوا اور متواتر کوشش جاری رکھنے والی عورت خاوند کو پھر سے کیرکٹر کا مالک بنا دے گی۔

——— ••

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ

میں دیکھ رہا ہوں کہ سنگار میز (ڈریسنگ ٹیبل) پر آملہ کے بڑھیا تیل کی ایک شیشی رکھی ہے اور اُسی شیشی کے پانچ بند ڈبے۔ دل میں آیا، ان لوگوں کو اسٹاک کرنے کی کیسی عادت پڑ گئی ہے۔ ایک کام آرہی ہے پانچ بند پڑی ہیں۔

گھر والی سے پوچھا —— "یہ ایک شیشی کتنے دن چلتی ہے آپ کے یہاں؟"

بولی —— "بابوجی تو کسٹرائیل ہی لگاتے ہیں مجھے یہ ایک مہینہ کام دے جاتی ہے"

میں سوچ تو رہا ہوں، الجھ بھی گیا۔ ایک شیشی ایک مہینہ چلتی ہے۔ تو چھ شیشیاں چلیں گی چھ مہینہ، عجیب بات ہے کہ لوگ چھ دن کے لئے گیہوں نہیں خرید پاتے، پر چھ مہینے کے لئے تیل کی شیشیاں خریدتی ہیں۔

رہا نہ گیا پوچھ ہی لیا —— ایک دم چھ مہینے کا تیل اسٹاک کر لیا ہے آپ نے؟

حیران ہو کر بولی —— چھ مہینے کا کہاں ہے؟

ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ —— میں نے اُس شیشی کے ساتھ وہ ڈبے بھی گنوا دیئے، تو وہ خوب ہنسی اور ہنستے ہنستے بولی ——

"اجی بھائی صاحب وہ تو خالی ڈبے ہیں"

"خالی ڈبے! خالی ڈبے کیوں رکھے ہوئے ہیں"

میں نے پوچھا۔ "شیشیاں خالی ہو گئیں، ڈبے پڑے ہیں"

وہ بولی

"اور وہ شیشیاں کہاں گئیں؟ میں نے پوچھا۔

"وہ مجھے ساتھ لے کمرے کی طرف لے جاتی ہوئی بولیں —— "لیجئے، یہ رکھی ہیں شیشیاں"

بے کواڑوں کی ایک بڑی الماری اور اس میں آملہ کے اس تیل کی دس، پندرہ خالی شیشیاں، اور ان کے علاوہ تقریباً سو چھوٹی شیشیاں! —— "یہ شیشیوں کی کانفرنس کیوں جوڑی ہے آپ نے؟ میں نے پوچھا۔ "یونہی پڑی ہیں۔ میں کیوں کرتی ان کی کانفرنس؟

وہ بولیں۔

"آپ انہیں کباڑی کو بیچ دیں۔ تو کچھ روپے ملیں، ورنہ کسی کے ہاتھ ہسپتال بھجوا دیں، تو ثواب!" میں نے کہا۔

"مجھ سے یہ سب جھمیلے نہیں ہوتے۔ پڑی ہیں تو بس پڑی رہیں" یہ اُن کا جواب تھا۔

میں نے سوچا ـــــ یہ کیسی دماغی غربت ہے کہ گھر میں کوڑا ابھرا ہے تو کوئی بات نہیں۔ مگر ان کا باہر پھینکنا اور شیشیاں اٹھوا دینا ایک جھمیلا ہے!

اس دن ایک دوست کے ہاں چائے پینے گیا۔ پیشاب کرنے کیلئے نالی پر جانا پڑا۔ تو دیکھتا ہوں کہ برآمدے کی لمبی کارنس پر چھ سات کانچ کے گلاس رکھے ہیں۔ لیکن گلاس کیوں؟ غور سے دیکھا تو ایک بھی گلاس ثابت نہیں ـــــ کسی کا کنارہ ٹوٹا ہے۔ تو کسی کے پیندے میں چھید!

گھر والی سے پوچھا ـــــ "آپ ان پھوٹے گلاسوں سے کیا کام لیتی ہیں؟"

مجھے انہوں نے اس طرح گھورا، جیسے عالم کسی جاہل کو گھورتا ہے۔ اور پھر سنبھل کر کہا ـــــ "ان سے میں کیا کام لیتی؟"

"پھر یہاں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟" حلیمی سے میں نے نیا سوال کیا۔

بولیں ـــــ "ہیں ہیں! ویسے ہی پڑے ہیں!" پھینکنے کی چیز کو رکھا ہوا ہے، تو ہیں ہیں کے سوا کیا کہیں!

●

کئی سال پہلے میں ایک انگریز دوست کے ہاں گیا، کوٹھی پر پہنچا تو ہلکی بوندیں پڑ رہی تھیں۔ جہاں میں تانگہ سے اُترا، وہیں باہر ایک خوبصورت لکڑی کا بک شیلف اور اس کے پاس ہی کچھ اور چیزیں رکھی تھیں۔ میں نے سمجھا غلطی سے باہر رہ گئی ہیں! ملتے ہی میں نے دوست کی توجہ اُدھر کھینچی تو بولے ـــــ وہ سب کباڑی کیلئے ہے آج اس کے آنے کا دن ہے آئے گا، لے جائے گا!"

"مگر یہ خوبصورت بک شیلف آپ کباڑی کو کیوں دے رہے ہیں؟" میں نے پوچھا تو بولے ـــــ "میں پہلے جس کوٹھی میں رہتا تھا۔ وہاں میری میز کے پاس کی جگہ بھرنے کیلئے اسے بنوایا تھا۔ مگر اس کوٹھی میں میز کے پاس کھلی جگہ ہے، یہ کہیں فٹ ہی نہیں ہوتا۔ یہاں کیلئے دوسری جگہ کا اس سے ڈگنا بڑا بنوایا ہے۔"

ہم میں سے کوئی ہوتا تو اسے کہیں نہ کہیں ٹھونس ہی دیتا مگر یہ کوئی طریقہ نہیں ہے سجاوٹ کا۔ کہ ہر چیز کے لئے جگہ بنائی جائے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ جگہ کیلئے چیز دیکھی اور خریدی جائے۔

چارپائی کے ٹوٹے پاؤں، ٹوٹی ہوئی کرسیاں، تصویروں کے خالی چوکھٹے، بیکار ڈبے، پھٹے کپڑے، پرانے اخبار، ٹرنک صندوق، میزیں، ٹوٹی چقیں، اور جانے کیا کیا ہمارے گھروں میں بے کار بھرا رہتا ہے۔

اپنے گھر کو صاف اور خوبصورت رکھنے کیلئے ایک گانٹھ یہ باندھ لیجئے۔ کہ جگہ کا حساب لگائے بغیر کوئی چیز نہیں خریدیں گے، خواہ وہ کتنی بھی خوبصورت ہو!

اور دوسری گانٹھ یہ کہ ہمارے گھر میں جو کچھ فالتو اور بیکار ہے وہ چیز کتنی بھی خوبصورت ہو، اس اتوار کو کباڑی کے گھر چلی جائے گی۔ آپ کے ہاں جو فالتو ہے، وہ اگر دوسروں کے ہاں ضروری ہو، اور آپ انہیں دے دیں۔ تو یہ اور بھی اچھا ہوگا!

دیکھیں، اس اتوار کو آپ کیا کرتے ہیں۔؟

دانتوں کی صحت کے لئے پیغمبری نسخہ

دانتوں کو مضبوط اور پائیدار رکھنے کے لیے ایسی غذاؤں کا استعمال بے حد ضروری ہے جن میں چونے کے وافر اجزا ہوں

ہم صدیوں سے سنتے چلے آرہے ہیں کہ دانت اچھے ہیں تو صحت اچھی ہے۔ ہمارے منہ کے دانت جو غذا کو توڑنے پھوڑنے اور ہضم کرنے کا پہلا کارخانہ ہے، ہماری صحت قائم رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہیں یہ بات بھی عوام سمجھتے ہیں کہ دانتوں سے چہرہ بارونق اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے اطباء دانتوں کو صحت، جوانی اور زندگی کو خوش اسلوبی سے جاری رکھنے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔

آج یورپ انسانی عمر کو بڑھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ سائنسدانوں نے ایسی ایسی غذائیں دنیا کے سامنے پیش کر دی ہیں جن سے انسان کی اوسط عمر ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ امریکہ میں مرد ساٹھ برس سے زائد اور عورتیں ستر برس سے زائد عمر حاصل کرنے لگی ہیں برطانیہ میں پچاس اور ساٹھ سال عمر ریکارڈ کی جا رہی ہے جبکہ بھارت میں پچیس، لیبیا میں تیئس اور پاکستان میں پینتیس سال اوسط عمر کی شرح بتائی جاتی ہے۔ یہ اوسط عمر دیکھ کر دنیا یہی اندازہ لگا رہی ہے کہ یورپ میں عمر بڑھ رہی ہے اور ایشیا میں کم ہو رہی ہے۔

دانتوں کی قدر و قیمت سے یورپین سائنسداں خوب آگاہ ہیں اور ہر آن کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارے موتی جیسے دانت آخر عمر تک ہمارا ساتھ دیں۔ اس تگ و دو میں انہوں نے مصنوعی دانت لگانے پیسٹ اور کریمیں بنانے میں انتھک محنت کی ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں ڈینٹل کریمیں، ٹیوبیں اور برش مختلف قسم کے آپ کو نظر آئیں گے۔ دانتوں کی حفاظت اور برقراری کے لیے سینکڑوں کتابچے اور پمفلیٹ بھی ہیں میزوں پر رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

جب ہم دانتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ یورپین ممالک کے باسی پچیس سال کی عمر میں دانتوں کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا خوش نصیب فرد آپ کو دکھائی دے جس کے دانت پچیس سال کی عمر میں قائم ہوں کسی کے ڈاڑھ اور کسی کے چار اور اسّی فی صد یورپین باشندوں کے تمام دانت اوپر اور نیچے کے مصنوعی لگے ہوئے آپ کو ملیں گے۔

کائنات کے سب سے بڑے طبیب حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ مسواک کرنا تمہارے لیے لازم اور ضروری ہے کیوں کہ مسواک کرنے سے منہ پاک صاف

اور طاہر ہوتا اور ہمارا پالن ہار خدائے قدوس راضی ہوتا ہے۔ ذرا اس مبارک حدیث پر غور فرمائیں۔ مسواک کرنی ہر مسلمان پر لازم قرار دے دی گئی۔ وجہ بھی ہمارے سامنے بیان کردی کہ مسواک منہ کو طاہر بنا دیتی ہے۔ منہ میں دانت مسوڑھے، حلق، لعاب پیدا کرنے والی غدودیں اور جبڑے شامل ہیں۔ منہ کے خاتمے پر غذا اور سانس کی نالی شروع ہوتی ہے۔ مسواک کے استعمال سے یہ تمام بدنی حصے (اعضاء) طاہر یعنی جراثیم اور گندے مواد سے پاک ہوگئے اب آپ سوچ لیں کہ جب منہ میں شامل تمام اعضا گندگی اور کثافت کے ڈھیر سے ستھرے ہوگئے تو نہ آپ کے منہ سے بدبو آئے گی، نہ لہو، پیپ اور گوشت کے ٹکڑے نظر آئیں گے۔ آپ جہاں چاہیں گے خوشی خوشی جائیں گے اور دلکش خوبصورت دانتوں کو باہر نکالنے میں عار محسوس نہیں کریں گے۔ جب آپ کے دانت چمکدار اور صاف ستھرے ہوں گے تو گوشت کی بوٹیوں، پھلوں اور سبزیوں کے پتوں اور ڈنٹھلوں کو خوبصورتی اور آسانی کے ساتھ توڑ پھوڑ کے بعد غذا کی نالی اور معدہ کی طرف روانہ کردیں گے جب یہ ٹوٹی پھوٹی اور غلافے بنی ہوئی غذا معدے میں جائے گی تو اس کا کام بھی آسان ہو جائے گا۔

والد بزرگوار حکیم حافظ عبداللہ بخش صاحب طبیب شاہی جالندھری مرحوم اکثر مریضوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اگر غذا کو دانتوں سے اچھی طرح چبایا نہ جائے گا تو غریب معدہ کو دوہرا کام غذا ہضم کرنے کے لیے انجام دینا پڑے گا۔

پرانے اطباء نے مسواک، کیکر، نیم اور پیلو کی زیادہ پسند کی ہے۔ درخت چرچرا جسے سکھ چین بھی کہا جاتا ہے، مسواک بنانے کے لیے نہایت عمدہ ہے۔ یہ منہ کا پانی نکالنے اور پھولے ہوئے مسوڑھوں کو نرم کرنے کے لیے نہایت اکسیر ہے۔ مسواک سے دانتوں میں اٹکے ہوئے غذا کے ذرات نکل جاتے ہیں۔ متواتر مسواک کرنے سے دانتوں کے اوپر میل کی تہہ جسے طرطر (ٹارٹار) اور کریڑہ کہا جاتا ہے، اکھڑتا رہتا ہے اور میل کی ہری، پیلی اور کالی تہیں جمنے نہیں پاتیں یہ میل ہوا کو بدبودار کرتا، لعاب دہن کو بگاڑتا، بدہضمی، آنکھوں کا بوجھ، اعصابی تناؤ اور سر کے درد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ٹوٹے اور سڑے ہوئے دانت معدہ اور آنتوں کی دیواروں کو ضرر پہنچاتے ہیں۔ منھ کی بدبو پھیپھڑوں میں ورم اور سل دق تک پیدا کر دیتے ہیں۔ کیکر، نیم، پھلاہی، پیلو یا سکھ چین کی تازہ شاخ توڑ کر دانتوں سے چبا کر اس کا پھوس دار برش بنالیں مسواک کے ریشوں سے ہمارے منہ کے اندر تازہ بادنسیم (آکسیجن) داخل ہوتی ہے جو قیمتی سے قیمتی برش سے ہمیں نہیں مل سکتی۔

نیم کی مسواک سے کاربالک ایسڈ گیس اور گندھک کے اجزا ہمیں حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہ اجزاء گندگی اور خارش کے جراثیم ہمارے منھ سے ختم کر دیتے ہیں۔ کیکر کے مسواک سے ہمیں ایسڈ اور گیلک ایسڈ کے اجزاء حاصل ہوتے ہیں۔ جو منھ کے چھالوں اور مسوڑھوں کے ورم کو دور کرتے ہیں۔ پیلو کی مسواک طبی نقطۂ نظر سے بےحد جراثیم کش اور مسوڑھوں کو سڈول بنانے والی صدیوں سے مانی ہوئی ہے۔

ہمارے حضور کالی کملی والے نے فرمایا:

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سو سال پہلے یہ خدشہ ظاہر فرما دیا تھا کہ مسواک کے بارے میں میری امت سستی سے کام لے گی اور اسے ایک بوجھ سمجھے گی حضورؐ ہر نماز میں مسواک کرنے کا حکم اس لیے صادر نہیں فرماتے کہ آپؐ کی پیاری امت اسے بوجھ نہ سمجھے۔

آج مسواک پر سختی سے عمل نہ کرنے کا نتیجہ آپ کے

سامنے ہے۔ یورپ کے اکثر شہروں میں آپ کو کوئی ایک آدمی نظر نہیں آئے گا جس کے تمام دانت صحیح سالم ہوں۔ آٹھویں سال میں بچوں کی داڑھوں کو کیڑا لگ جاتا ہے داڑھوں میں بعد ضروری داڑھ عموماً بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ بیماریاں ہمارے ملک میں بھی عام پھیل رہی ہیں۔ یہ سب نتیجہ ہے مسواک چھوڑ کر برش، ڈینٹل کریم، پیسٹ اور ٹوتھ پاؤڈر استعمال کرنے کا۔ ہر سمجھدار آدمی خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ گرم ممالک کے رہنے والے تو کیا خود سرد ملکوں کے رہنے والے امریکہ، برطانیہ جرمنی اور فرانس کے باشندے بھی ایک ہی برش کو کئی ہفتے تک استعمال کرتے رہتے ہیں۔ روزانہ ایک ہی برش استعمال کرنے سے اس کے ریشوں میں دانتوں کا میل اور غذا کے سڑے بُسے مہین ذرّے پھنس جاتے ہیں۔ بعض پڑھے لکھے لوگ برش کو استعمال کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈبوتے یا ابالتے ہیں۔ بعض اسے مانع تعفن دوائی سے صاف کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برش کسی بھی صورت میں مدنی آقا کی تجویز فرمودہ مسواک کا بدل نہیں ہے۔

بعض بھائی دانتوں کی صفائی کے لیے تمباکو کو منہ میں ڈال کر پانی نکالتے رہتے ہیں۔ ایک پرانے تجربہ کار طبیب ہونے کی وجہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمباکو دانتوں کا روغن کم اور مسوڑھوں کو متورم کر دیتا ہے، اس سے معدہ کی تیزابیت بڑھ کر دانتوں پر مضر اثر کرتی ہے۔

دانتوں کو مضبوط اور پائیدار رکھنے کے لیے ایسی غذاؤں کا استعمال جن میں چونے کے اجزاء وافر ہوں، بےحد ضروری ہیں۔ قدرت نے چونے اور حیاتین کی بیشتر اقسام دودھ میں سمو دی ہیں۔ بدقسمتی سے آج دودھ کا استعمال کم ہو رہا ہے۔ اگر آپ دانتوں کو قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہرے پتوں والی سبزیاں اور جڑیں دانتوں سے چبا کر کھایا کریں اور دودھ آدھ سیر روزانہ پیا کریں۔

بقیہ: وہ کون تھا؟

کو مخاطب کر کے اپنے خود ساختہ دشمن کی طرف اشارہ کیا۔
آپ کی تعریف،،

”انہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ نادان نہیں۔ ہاں اگر آپ یہ سوال میرے بارے میں پوچھتے تو بہتر ہوتا،، احمد علی نے انتہائی ناگواری سے تنبیہ کی۔

”مگر کیوں ــــــ؟،، میں نے بے خوف ہو کر کہا

”اس لیے کہ آپ میں ہر مخلوق کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ کے اس سوال سے ہمیں تکلیف پہنچی ہے جناب،،

میں اور میرے ساتھی احمد علی کے اس رویے سے سخت متعجب تھے۔ انہیں افسوس بھی تھا۔ لیکن اس سے زیادہ حیرت اس وقت ہوئی جب ہم نے اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان دونوں کی خالی نشستوں کو دیکھا جن پر چند لمحے پہلے تک وہ دونوں مکمل انسانوں کے روپ میں براجمان تھے۔

یہ معمہ میرے اور میرے ساتھیوں کے لیے آج تک لاینحل ہے۔ نہ ہی ہم نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ جاننے کی کوشش کی ہے۔ قلم بند اس وجہ سے کر دیا کہ یہ عجیب و غریب واقعہ ”طلسماتی دنیا،، جیسے رسالے کی ضرورت تھی۔

- زندگی حسین ہے اس سے پیار کرو۔
- زندگی محبت ہے اس کی پرستش کرو۔
- زندگی جد وجہد ہے اسے قبول کرو۔
- زندگی قرض ہے اسے پورا کرو۔
- زندگی کھیل ہے اسے جیتو۔
- زندگی دکھ ہے۔ اس پر قابو پاؤ۔
- زندگی خوشی ہے اسے محسوس کرو۔
- زندگی سفر ہے اسے مکمل کرو۔

(۱) اُبلی ہوئی۔ (۲) گھی میں تلی ہوئی۔ (۳) ترّی دار (۴) خشک (۵) کچی۔ عام طور پر انہیں پانچ صورتوں میں سبزی کا استعمال ہوتا ہے۔

اُبلی ہوئی سبزی بہت جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ گھی میں تلی ہوئی ثقیل ہوتی ہے تری دار شوربہ والی سبزی ہلکی اور قبض کشا ہے۔ نیز پیشاب آور ہوتی ہے مگر کھانے کے عمدہ طور پر ہضم ہونے میں سدِ راہ ہوتی ہے کیوں کہ شوربہ سے تر بتر روٹی کو زیادہ دیر چبانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس طرح لعاب کافی مقدار میں اس کے ساتھ نہیں مل سکتا اور کمزور ہاضمہ رکھنے والوں کا کھانا جلد ہضم نہیں ہوتا۔ خشک سبزی یعنی جسے پکاتے وقت سب پانی سوکھ جائے۔ ایسی سبزی قابض ہوتی ہے اس کے استعمال سے کھانا جلد ہضم ہوتا ہے۔ بھوک جلد لگتی ہے۔ خشک سبزی کے ساتھ کھانا کھا کر ایک دو گھنٹے بعد پانی پینا صحت بخش ہے۔ قبض نہیں ہونے پاتا۔

سبزی میں ادرک ہینگ یا لہسن کا تڑکا لگانے سے بادی بلغم دور ہوتی ہے۔ کھانا بہتر ہضم ہوتا ہے کھانسی اپھارہ وغیرہ کی شکایات دور ہوتی ہیں۔ گرم طبیعتوں کے لئے ہینگ اور لہسن اچھے نہیں۔ دھنیا، کالا زیرہ، پیاز کا تڑکا عام طبیعتوں کے موافق ہے غذا کو ہضم کرتا ہے۔ ہر ایک سبزی میں موٹی الائچی کالی مرچ اور کالا زیرہ ڈالنے سے سبزی زیادہ لذیذ بن جاتی ہے۔ اور ہضم بھی جلد ہوتی ہے۔ زیادہ گرم مزاج والے چھوٹی الائچی اور سفید زیرہ استعمال کریں۔ کچی سبزی کتر کر اور نمک کالی مرچ لگا کر کھا لینا بہت صحت بخش ہے۔

رسول کریمؐ نے چھینک کو عمدہ صحت کا نشان تسلیم کیا ہے

حکیم خورشید احمد

تاجدارِ مدینہ جناب کالی کملی والی سرکار نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کو چھینک آنے کا فلسفہ سمجھا دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چھینکیں صحت کے عمدہ ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ اور تیسری چھینک آجائے تو اسے زکام کی ابتدا سمجھا جائے۔ امام طب حکیم بو علی ابن سینا نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کے سامنے یہ نظریہ آج سے صدیوں پہلے پیش کیا کہ موت کا وقت قریب ہو تو آدمی زادہ کو چھینک نہیں آتی۔ اگر کسی مریض میں کوشش کرنے پر بھی چھینک جاری نہ ہو سکے تو سمجھا جائے کہ مریض کسی سخت اور جان لیوا مرض میں مبتلا ہے۔ عموماً نزلہ، زکام کے حملے میں پہلے چھینکیں آنی شروع ہوتی ہیں۔ مرض زکام کا حملہ شروع ہونے پر ناک کے اندر استر کرنے والی جھلی جسے حکیم صاحبان غشائے مخاطی کہتے ہیں، سوج کر ورم کر جاتی ہے۔ جب یہ ناک کے اندر استر کرنے والی جھلی پھول کر موٹی ہو جاتی ہے تو اس سے ایک پتلی رطوبت خارج ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ رطوبت زکام اور نزلہ کے جراثیم اور زہریلے فضلات سے بھری ہوتی ہے۔ اس مرض کے حملے سے ہماری ناک کے اندر ہزاروں جراثیم جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان مرض پھیلانے والے جراثیم اور زہریلے مادوں کو بدن سے باہر پھینکنا ضروری اور صحت مند ہوتا ہے۔ ہماری قوت مدبرۂ بدن اسے بار بار ناک میں خراش کر کے باہر نکالنا شروع کر دیتی ہے۔ اس زہر کو بدن سے نکالنے کے لیے دفاعی طور پر چھینکوں کی راہ ہی اس کو خارج کیا جاتا ہے۔

مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس پہلے ہی حکیموں اور سائنسدانوں کو چھینک آنا بیماری رفع کرنا اور درجنوں بیماریوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ سمجھنے کی تعلیم فرمائی۔ چھینک آنے سے باہر سے داخل ہوئی نقصان دینے والی اشیاء اور زہریلی رطوبت کے ساتھ بہنے لگتی ہے۔ ہماری ناک کے اندر استر کرنے والی جھلی میں باریک اعصابی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ اعصاب دماغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اعصابی شاخوں کے بعض حصے تو اس قدر تیز حس رکھتے ہیں کہ ان پر کوئی معمولی شئی بھی باہر سے آکر چپٹ جائے تو اس کو اجنبی اور نقصان دینے والی سمجھ کر فوراً دماغ کو خبردار کر دیتے ہیں۔ ہمارا دماغ اپنے حکم بردار اعصاب کو فوراً چھینک لا کر اس زہر کو خارج کرنے کا آرڈر دے دیتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل اس طرح ہوتی ہے کہ ہمارے بدن پر ایک اینٹھن والی حالت ہو جاتی ہے۔ پلکیں بند ہونے لگتی ہیں ـــــ آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔ سانس لینے والے اعضاء لمبا سانس لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ زبان کا پچھلا حصہ حلق کو منہ سے الگ کر دیتا ہے۔ اس حالت سے سینے اور پھیپھڑوں میں ہوا کا دباؤ اچانک ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ ناک سے خارج ہو جاتا ہے۔ دنیا بھر کے باسی اس زوردار ہوا کے جھٹکے کو چھینک کی شکل میں دیکھ لیتے ہیں۔ اب آسانی سے ہم

سمجھ سکیں گے کہ رحمتِ دو عالمؐ نے کیوں چھینک کو صحت کی علامت تسلیم فرمایا۔

بعض دفعہ بے احتیاطی سے ناک کے اندر کوئی باہر کی چیز آکر پھنس جائے تو حکیم صاحبان چھینک لانے والی دوائی ناک میں داخل کرتے ہیں۔ اس دوائی سے ناک کے اندر دی تانے بانے میں خراش ہوجاتی ہے۔ یہ خراش ناک میں اٹکی ہوئی چیز کو چھینک کے ذریعہ باہر پھینک دیتی ہے۔ چھینک دودھاری تلوار ہے، اس کے آنے سے اس شخص کو درجنوں بیماریوں سے صحت ہوجاتی ہے۔ پرانا سردرد، زکام اور نزلہ، دماغ اور کنپٹیوں کی جکڑن اور تشنج میں چھینک آنے سے دماغ ہلکا آنکھیں روشن اور طبیعت چونچال ہوجاتی ہے۔ یہ نقطہ حکیموں ڈاکٹروں اور تحقیق کرنے والوں کو کئی سو سال کے بعد معلوم ہوا مدینہ والی سرکار نے آج سے چودہ سو برس پہلے اس بین الاقوامی دنیا کو سکھلادیا تھا۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ چھینک سے خارج ہونے والے زہریلے فضلات اور جراثیم اردگرد بیٹھے لوگوں کو کسی مہلک بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ رسولِ دوجہاں نے کس خوبصورتی سے چھینک کی لپیٹ میں آنے والوں کی بھی راہنمائی فرمادی۔ چھینک لینے والا شخص تو درجنوں بیماریوں سے محفوظ ہوگیا۔ اسے ہمارے آقا و مولا نے حکم دیا کہ تو اپنی زبان سے الحمدللہ کے کلمات ادا کر۔ تجھے خدائے بزرگ و برتر نے تنگ کرنے والی کئی بیماریوں سے چھٹکارا دلایا ہے۔ اردگرد جمع ہونے والوں کو رحمتِ دو عالمؐ نے حکم دیا کہ وہ یَرْحَمُکَ اللّٰہ کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کریں۔

کس قدر پیاری اور سبق آموز تعلیم ہمارے آقا و مولےؐ نے ہمیں تعلیم فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے سب سننے والے دعا کر رہے ہیں کہ یہ شخص آئندہ بھی آفات اور بیماریوں کے چنگل سے محفوظ رہے۔

تیسرا نادر روز گار حکم ہمیں مدینے والی سرکارؐ نے دنیا بھر کے فلاسفروں اور علم والوں کی زیادتی علم و دانش کے لیے یَہْدِیْکُمُ اللّٰہ کے جملے میں بیان فرمایا۔ کس قدر خیر و برکت اور بھائی چارے کی تعلیم ہمیں ارشاد فرمائی گئی۔ چھینک والا اس کے حق میں بھلائی کی دعا کرنے والوں کے لیے ہدایت کی دعا کر رہا ہے۔ دنیا بھر میں آج شکریہ ادا کرنے کے لیے درجنوں محاورے اور جملے علم والوں نے رائج کر رکھے ہیں۔ کالی کملی والی سرکار نے کس قدر معنی خیز اور حقیقتِ حال بیان کرنے والے الفاظ ہمیں تعلیم فرمائے۔ جب کسی انسان کو چھینک آئے تو اسے اپنا رخ حاضرینِ مجلس یا باہم گفتگو کرنے والے آدمیوں سے پھیر لینا چاہیے تاکہ چھینک سے خارج ہونے والے چھوت دار جراثیم دوسرے انسانوں تک نہ پہنچ پائیں۔ ہر انسان کو اپنی حیثیت کے مطابق ایک چھوٹا سا رومال اپنی جیب میں رکھنا چاہیے۔ چھینک آنے پر رومال کو ناک کے آگے رکھنا چاہیے۔ اس طرح ایک تو چھینک سے خارج ہونے والے مواد اور جراثیم رومال تک محدود رہیں گے۔ دوسرے مجلس میں شامل لوگ آپ سے نفرت نہیں کریں گے۔ رومال کو آپ آسانی سے صاف کر سکتے ہیں۔ فضاء اور ہوا آپ کی اس احتیاط سے بیماری سے پاک صاف رہیں گے۔

بعض مرتبہ کسی انسان کو چھینک آنے کی حاجت ہوتی ہے مگر آتے آتے چھینک دب جاتی ہے۔ اس صورت میں تیز روشنی اور دھوپ میں چند منٹ بیٹھنے سے عموماً چھینک آجاتی ہے۔ بعض موقعوں پر کسی آدمی کو چھینک کی حاجت ہونے لگتی ہے مگر وہ کسی مزدوری کام یا مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے۔ چھینک تو ارادی یا غیر ارادی طور پر اپنا کام کرنا چاہتی ہے مگر ہمیں ناگوار محسوس ہوتی ہے اسے روکنا قریباً ناممکن ہی ہوتا ہے۔ اوپر والے ہونٹ یا ناک کی نوک پر شدید دباؤ ڈالنے سے کسی حد تک چھینک کو ٹالا جاسکتا ہے۔

۹ نمبر کی خصوصیات

یہ نمبر مریخ ستارے سے تعلق رکھتا ہے۔ جو لوگ انگریزی ماہ کی ۹، ۱۸، یا ۲۷ تاریخ کو پیدا ہوئے ہوں ان کا نمبر بھی ۹ ہے۔ یہ نمبر زبردست قوتِ خیالی، مستحکم ارادے، خود اعتمادی، جرأت و بے باکی اور پیہم جدوجہد کا آئینہ ہے۔

جن حضرات کا عددِ ذاتی ۹ ہوگا ان میں مندرجہ ذیل تعمیری اوصاف نمایاں ہوں گے۔

مسلسل کوشش کرتے رہنے کی عادت، خود مختاری کا جذبہ، عافیت پسندی، معاملہ فہمی وغیرہ۔

جن حضرات کا عددِ ذاتی ۹ ہوگا۔ ان میں مندرجہ ذیل تخریبی اوصاف نمایاں ہوں گے۔

عجلت پسندی، زود اعتباری، ہر کس و ناکس پر اطمینان، جھلاہٹ کی عادت، معمولی درجہ کی کینہ پروری، فریب خوردگی وغیرہ۔

۹ نمبر والوں کا خصوصی مزاج

جن لوگوں کا عددِ ذاتی ۹ ہوتا ہے وہ زبردست قوتِ خیالی اور مستحکم عزائم کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں کسی بھی معاملے میں ٹس سے مس کرنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ لوگ بالعموم علمی اور ادبی ذوق رکھتے ہیں، سلیقہ مندی اور بے احتیاطی اُن کی ذات کے خاص اجزاء ہیں۔ یہ لوگ اپنے رہبر آپ بننے کے شوقین ہوتے ہیں، دوسروں کی ماتحتی انہیں ہرگز ہرگز گوارہ نہیں ہوتی، موسیقی سے بھی انہیں لگاؤ ہوتا ہے۔ عام طور پر دل کے صاف ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی کینہ پروری میں بھی مبتلا ہوجاتے ہیں۔ پکی دوستی اور پکی دشمنی کرنا ان کی فطرتِ ثانیہ ہوا کرتی ہے۔ یہ دوستی اور دشمنی کی خاطر اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ غیروں میں انہیں خاصی مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن رشتے داروں سے انہیں وفا نصیب نہیں ہوتی۔ بحیثیت مجموعی ان کے حاسدوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

یہ لوگ دوستی اور محبت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت اپنا حلقۂ اثر بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن دوستی انہیں راس نہیں آتی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ نظریاتی مزاج رکھتے ہیں اور اپنے موقف سے اِدھر اُدھر ہوجانا بھی ان کے نزدیک جائز نہیں ہوتا۔ اور یہ مزاج اس مفاد پرست۔ اور چاپلوس دنیا میں انسان کو ہمیشہ نقصان پہنچاتا ہے۔

شخصیت

جن حضرات کا نمبر ۹ ہوتا ہے وہ فطری طور پر تنہائی پسند ہوتے ہیں اور یکسو رہنا بھی اُن کی خاص عادت ہوتی ہے۔ مختلف مصروفیات میں گھرے رہنا اُن کی مجبوری ہے۔ ہر کام کو اس کی انتہا تک پہنچا دینا بھی ان کا عمومی مزاج ہوتا ہے اُن کی شخصیت بہت پُرکشش ہوتی ہے۔ ملنے والے ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہ لوگ میدانِ کارزار میں بار بار ہارنے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتے اور پھر کسی مقابلے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

ان حضرات میں گفتگو کی اچھی صلاحیت ہوتی ہے۔ چرب زبانی سے دوسروں پر غالب آجانا ان کیلئے بہت آسان ہوتا ہے۔ یہ صرف

بول کر ہی انہیں خاموش رہ کر بھی مدمقابل کو متاثر کرلیتے ہیں۔ ان لوگوں میں یہ مرض بھی ہوتا ہے کہ اپنی ترقی اور عروج کیلئے معجزوں کے منتظر رہتے ہیں۔ اور صلاحیتوں کے باوجود منّ وسلویٰ کے انتظار میں قیمتی اوقات گنوادیتے ہیں۔ اونچا اُٹھنے اور سرخرو ہونے کے چانس انہیں بار بار ملتے ہیں لیکن غیر یقینی مشاغل میں گم ہوکر، یہ انہیں بھی گنوادیتے ہیں۔ صبر وتحمل سے یہ کسی دور میں منحرف نہیں ہوتے۔ اُنہیں آسمانِ عروج پر اٹھانے کیلئے اتفاقی کامیابیاں بھی ازراہِ قسمت نصیب ہوتی ہیں۔ اگر یہ لوگ وقت کی قدر وقیمت پہچان لیں تو ان کی برابری کرنا دوسروں کیلئے مشکل ہوجائے۔ کیوں کہ ۹ نمبر کے افراد بہر اعتبار مکمل شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اور بہت جلد دوسروں کو مسخر کرلیتے ہیں۔

محبت اور شادی

محبت کے معاملے میں یہ لوگ بہت جذباتی ہوتے ہیں۔ پچھلے ساتھی سے بے وفائی نہ کرکے یا بے وفائی کرکے نئے ساتھی سے رشتہ جوڑ لینا ان کیلئے آسان ہوتا ہے۔ اس عدد کے حاملین کا حال یہ ہوتا ہے کہ آج کسی سے اظہارِ عشق میں بلند بانگ دعوے کررہے ہیں اور اگلے دن کسی اور کے آگے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ اس عدد کے افراد میں ایک خوبی قدرتی طور پر یہ ہوتی ہے کہ صنفِ مخالف پر بہت جلد اثر انداز ہوجاتے ہیں۔ اور ذرا سی کوشش سے اس کے دل ودماغ پر چھا جاتے ہیں۔ عورتیں ان حضرات کو بے وقوف بھی آسانی سے بنالیتی ہیں۔ اور اس عدد کے افراد بالعموم کسی عورت ہی کی وجہ سے شکست کھا جاتے ہیں اور کبھی کبھی اپنا سرمایۂ وقار کھودیتے ہیں۔ اگر اس عدد والے فرد کی شادی ۹ عدد والی عورت سے ہوجائے تو ازدواجی زندگی کامیاب رہتی ہے۔ اس عدد کے افراد خواہ مرد ہوں یا عورت ہرجائی ہوتے ہوئے بھی اپنے شریکِ حیات کے ساتھ نباہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ بے وفائی کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر ان کی زندگی نمبر ۹ یا سات کے ساتھ ہوجائے تو بھی ٹھیک رہتا ہے۔ لیکن اگر ان کی شادی ۲ عدد والی عورت سے ہوجائے تو مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور چھوٹ چھٹاؤ تک بھی بات پہنچ جاتی ہے۔ ایک عدد اور پانچ عدد والی عورت کے ساتھ بھی اُن کا نباہ نہیں ہوپاتا اور دونوں کے درمیان بدگمانیاں حائل رہتی ہیں۔

۹ عدد والے فرد کی شادی اگر ۳ یا ۶ عدد والی عورت سے ہوجائے تب بھی سکون وعافیت برقرار رہتا ہے اور شادی کامیاب ہوتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ۹ عدد والے افراد کی شادی سب سے زیادہ ۹ عدد والی عورت سے یا پھر ۳ اور ۶ عدد والی عورت سے کامیاب ہوتی ہے۔

دنیا میں ہر کامیابی کا دارومدار اللہ ربُّ العزت کے فضل وکرم پر موقوف ہے اور ناکامی ونا کامیابی بھی ان ہی کے اشارۂ دستِ قدرت کا نتیجہ ہے لیکن چونکہ یہ دنیا اسباب کی پابند ہے۔ لہٰذا کامیابی کیلئے دوسرے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں وہیں اگر اعداد کی قوت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ——— ایک لڑکی ہمیں پسند ہے لیکن اس کا ذاتی عدد ہمارے ذاتی عدد سے ٹکراتا ہے تو اپنا یا اس کا نام بدل کر بھی ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور نقصانات کے اندیشوں سے ہم محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ملازمت اور پیشے

عملی طور پر ۹ عدد والے افراد اپنی منفرد طبیعت ہونے کی وجہ سے کسی بھی بڑے عہدے پر کامیاب نہیں رہتے۔ اور تجارتی طور پر قدم قدم پر انہیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ مصلحت پسندیوں کے قائل نہیں ہوتے لیکن اگر ۹ عدد کا کوئی فرد مصلحت کو سامنے رکھ کر قدم اٹھائے تو پھر اسے زندگی میں کسی معاملے میں ناکامی نہیں ہوتی۔ کیونکہ صلاحیتوں کا ایک بڑا اثاثہ قدرت کی طرف سے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اپنی انانیت، خود پسندی اور مزاج کی انفرادیت کی وجہ سے یہ قیمتی موقع اور چانس ضائع کردیتے ہیں۔ اور دولت وحکومت کے دروازے تک پہنچ کر بھی پیچھے لوٹ آتے ہیں ——— ۹ عدد والے افراد بے حد غیور اور خوددار ہوتے ہیں اور کسی قدر شرمیلے بھی ہوتے ہیں۔ یہ ملازمت اور تجارت وغیرہ میں بڑے بڑے نقصانات اٹھالیتے ہیں لیکن کسی کے بے جا دباؤ کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ ان کا شرمیلاپن بسا اوقات انہیں دنیاوی مفادات سے دور رکھتا ہے۔ تاہم جہاں

یہ قدم بڑھاتے ہیں مقبولیت اور کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

مالی حالت

مالی اعتبار سے یہ لوگ بہت زیادہ مضبوط نہیں ہوتے کیونکہ فضول خرچی انہیں ہمیشہ تنگ دست بنائے رکھتی ہے۔ یہ لوگ لاکھوں کماتے ہیں اور لاکھوں سے زیادہ اُڑادیتے ہیں۔ اگر ۹ عدد والے افراد اپنے اخراجات پر کنٹرول کرلیں تو انہیں سرمایہ دار بننے میں دیر نہیں لگتی۔ کیونکہ بلاشبہ دولت ان کے پیچھے دوڑتی ہے۔ لیکن خرچ کے معاملہ میں اُن کی بداحتیاطی ان کیلئے ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی اس عدد کے افراد قرضوں کے بوجھ تلے بھی دب جاتے ہیں۔ دریادلی کے ساتھ ساتھ ان کی رحم دلی بھی ان کے لئے دشمنِ مال ثابت ہوتی ہے۔ یہ کسی کو پریشان دیکھتے ہیں تو بے اختیار اُس کی مدد کیلئے اُن کا ہاتھ اُن کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ بار بار کے تجربوں کے باوجود انہیں بے تحاشہ خرچ کرتے دیکھا گیا ہے۔

ضروری یادداشت

انگریزی ماہ کی ۹، ۱۸ یا ۲۷ تاریخ میں پیدا ہونے والوں کا عددِ ذاتی بھی ۹ ہوتا ہے۔ وہ حضرات جن کے نام کا عدد ۹ ہو یا وہ مذکورہ تاریخوں میں کسی ایک تاریخ میں پیدا ہوئے ہوں تو ان کیلئے انگریزی ماہ کی ۹، ۱۸ اور ۲۷ تاریخیں اہم ہوتی ہیں۔ اگر ایسے لوگ اپنے اہم کاموں کی شروعات مذکورہ تاریخوں میں کریں گے تو کامیابی کے امکانات انشاء اللہ روشن رہیں گے۔ بالخصوص ۲۲ اکتوبر سے ۲۲ نومبر تک کا عرصہ ان کیلئے زیادہ اہم ثابت ہوسکتا ہے۔ ان کیلئے منگل اور جمعہ کے دن خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ سرخ رنگ یا گلابی رنگ کا نگینہ انگوٹھی میں جڑوا کر پہن لیں تو بفضلِ خداوندی اُن کی آمدنی اور کامیابی میں مزید اضافہ ہوجائے۔

بقیہ: موذی جانوروں کو مارنا

اپنے والد سعیدؓ سے روایت کی ہے آنحضرتؐ نے گرگٹ کو نافرمان فرمایا ہے اور اسے مار ڈالنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابی ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص گرگٹ کو پہلے ہی وار میں مار ڈالے اسے ستر نیکیاں ملتی ہیں۔

چیونٹی کو مارنا

چیونٹیاں جب تک آزار نہ دیں انہیں مارنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی پیغمبر کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا جس پر پیغمبر نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کے گھر جلادیے جائیں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ ایک چیونٹی نے تمہیں کاٹا تو تم نے اس کے بدلے میں ساری جماعت کو فنا کردیا جو میری تسبیح کرتی تھیں۔

مینڈک مارنا

مینڈک کو مارنا مکروہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ مینڈک کو مار کر دوا میں ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا مینڈک کو مت مارو اور جن جانوروں کو مارنا جائز ہے انہیں آگ میں نہ جلاؤ، مثلاً جوں، پسو، مچھر، چیونٹیاں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کسی جاندار کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے یہ صرف رب النار یعنی آگ کے پروردگار کا ہی حق ہے۔

جب کوئی ظالم ناحق آپ کو ستاتا اور نقصان پہنچاتا ہو اور آپ کم طاقت ہونے کی وجہ سے اس کے ظلم سے ہراساں ہوں تو خدائے قادر قوی و قہار کو اپنی مدد کیلئے پکاریں، خدائے تعالیٰ یقیناً آپ کی مدد کریں گے۔ خدائے مالک الملک کی مدد ان کے کلام پاک کے ذریعے حاصل کریں۔ اس مقصد کیلئے ایک نقش سریع التاثیر لکھتا ہوں۔ ترکیب اس کی یہ ہے۔

جب شمس و زحل کا مقابلہ ہو رہا ہو تو سات دھاتوں کو ملا کر ایک مرکب دھات پیدا کریں۔ اور اس کی ایک تختی بنوائیں۔ اور اس ہفت دھات کی تختی پر سورج گرہن کے اوقات میں مندرجہ ذیل نقش لوہے کے قلم سے کندہ کریں۔

۱۵۸۷	۱۵۸۱	۱۵۸۹
۱۵۸۸	۱۵۸۶	۱۵۸۳
۱۵۸۲	۱۵۹۰	۱۵۸۵
یاقہار	یاقہار	یاقہار

نقش کھودنے کے بعد بکری یا بکرے کے دل کو درمیان میں سے چیر کر لکھی ہوئی لوح کو دل کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان رکھ کر مضبوطی سے باندھ دیں۔ اب ایک بوسیدہ کپڑے کے ٹکڑے پر مندرجہ ذیل آیت لکھیں۔ كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْـِٕدَةِ ۝ ـــــــ اس کپڑے کو کیزسرخ کی ٹہنی پر لپیٹ کر چنبیلی کے تیل سے تر کریں۔ اور اسے جلا کر دل مع لوح کے اپنے سامنے رکھ لیں اور ۴۷۵۶ چار ہزار سات سو چھپن دفعہ مذکرۃ الصدر آیت مبارکہ کی تلاوت کریں۔ اور تلاوت کے مابین جلتی ہوئی شمع کو بار بار دل پر مارتے جائیں (گاہ بگاہ مگر تسلسل سے نہیں) جب شمع بجھنے لگے تو مزید چنبیلی کا تیل ڈال دیں۔ یہ عمل مسلسل جاری رکھیں۔ اس دوران اگر تلاوت مکمل ہو جائے تو دل کو ظالم کا دل سمجھ کر اس پر مشعل مارتے رہیں۔ اس کے بعد دل کو مع لوح کے کسی پرانی قبر میں گاڑ دیں۔ ۲۰ دن کے بعد صبح ۶ بجکر ۱۵ منٹ پر قبر سے نکال کر دل کو پھینک دیں۔ اب اس لوح پر ظالم کا نام مع والدہ لکھ کر آگ میں ڈال دیں ـــــــ ۲ یوم کے اندر اندر وہ ظالم بحکم خداوند قہار و جبار نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس مقصد کیلئے آپ ایک ہی وقت میں جتنی الواح چاہیں تیار کر سکتے ہیں۔ ان سب کیلئے ایک ہی بکری کا دل (بکرے کا) کافی رہے گا۔ بوقت اشد ضرورت ان الواح کو کام میں لائیں ـــــــ صرف ظلم کے مقابلہ میں اس عمل کی قوت کو استعمال کریں ـــــــ خدائے پاک مظلوم کا ہمدرد اور ساتھی ہے۔ اور ظالم کا قطعی دشمن، بخواہ مخواہ کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں اور اس کا سہارا بھی ہرگز نہ لیں۔

وہ بچے جو ۲۱ جولائی سے ۲۱ اگست تک پیدا ہوئے ہوں

یہ برج شیر کی شکل کا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے زیر اثر پیدا ہونے والے بچے شیر کی سی عادات و صفات کے مالک ہوتے ہیں

ظاہری وجاہت

عام طور پر خوبصورت ہوتے ہیں مضبوط اور مناسب عادات رکھتے ہیں۔ خوبصورت ہونٹ گول سر چمکدار آنکھیں اور بہادرانہ صفات والے ہوتے ہیں۔ اچھی خوبصورت جلد۔ بال سر کے اوپر سے نیچے کی طرف جھکے ہوتے ہیں۔ ان کی صفات مردانہ اور بردبارانہ ہوتی ہے۔ بڑے صاف ستھرے لباس اور اچھی غذا کے عادی ہوتے ہیں۔

عادات وخصائل

یہ بچے برج حمل کے بچوں کی سی صفات رکھتے ہیں۔ ان میں حاکمانہ صلاحیتوں کے کافی جوہر موجود ہوتے ہیں۔ اگر یہ مناسب اور سلجھے ہوئے ماحول میں پل کر جوان ہوں تو قوم کی خاطر بہتر اور فیصلہ کن اقدام کر سکتے ہیں۔ چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، اپنی اپنی قابلیت کا اظہار ضرور کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ملنسار عادات اور ماحول میں جلد ہی گھل مل جاتے ہیں بہادرانہ جوہر کے مالک ہوتے ہیں۔ اپنے خاندان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں سست بھی ہوتے ہیں۔ مگر ابتدائی تربیت میں ان کے ذہن نشیں کرانا چاہیے کہ سستی اور مایوسی سے کوئی بچہ ترقی نہیں کر سکتا تو پھر یہ مستعد ہو جاتے ہیں۔ ان میں عزیز خلائق ہونے اور دوسروں کے لیے بھلائی کرنے کے خیالات بدرجۂ اتم ہوتے ہیں حسن پسند ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی پسند کا کوئی خاص معیار نہیں ہوتا۔ جو بھی تاثر مقبول ذہن ہوا وہی خوبصورتی کا درجہ پا گیا۔

یہ بچے وفادار فرمانبردار اور محنتی ہوتے ہیں۔ جذباتیت کے بری طرح شکار ہو جاتے ہیں اگر کسی کام میں دیر ہو جائے خصوصاً روپیہ پیسہ کے معاملہ میں ایسا ہو۔ تو بے حد رنجیدہ خاطر ہو جاتے ہیں تنہائی سے نفرت کرتے ہیں۔ محبت ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ بہادری کے ساتھ ساتھ بعض اوقات کمی خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

تربیت

ان بچوں کو درست اور اچھی باتوں سے دلچسپی ہوتی ہے۔ مگر تحقیق و تدقیق کا مادہ بھی کافی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کسی کام کا خاطر خواہ نتیجہ چاہتے ہیں۔ ان میں یہ خاصہ ہے کہ معمولی سی فہمائش کے بعد ٹھیک اور صحیح راستہ

اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر لڑکے یا لڑکی کو کسی وجہ سے سخت سست کہیں تو ممکن ہے کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور وہ باغی ہو جائیں لہٰذا ان کو کام کرنے کا مناسب موقع فراہم کیجیے اور ہمت افزائی کیجیے یقیناً وہ فرمانبرداری کریں گے۔ اور آپ کی منشا کے مطابق کام کریں گے۔ اگر بچی نے والدہ کے زیورات اور کپڑے الٹ پلٹ کر دیے ہیں تو اس کو ڈانٹیے نہیں بلکہ پیار سے سمجھائیے کیوں کہ فطرتاً اسدی بچیاں خوبصورت کپڑوں اور زیورات کی شوقین ہوتی ہیں۔

اسدی بچے اپنے والد کی نقل کرتے ہیں۔ گھر میں والد کے حقے سے شغل فرمانے لگیں گے اور اسکول جانے میں ان کی نکٹائی کو استعمال کرنا چاہیں گے۔ چنانچہ ان کے مستقبل کی تعمیر کے لیے مناسب تربیت کا بندوبست کیجیے۔ یہی امر ان کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز انہیں وقت کا پابند بنائیے۔

اگر کبھی وہ اپنی خدمات کی پیش کش کریں یا بغیر ضرورت کے آپکو نصیحت کریں تو آپ ان کو ٹوکیے نہیں۔ بلکہ ہمت افزائی کیجیے یا پھر ان کی توجہ ان کے اپنے ذاتی کاموں کو سنوارنے کی طرف تبدیل کر دیجیے۔ بہر حال وہ بچہ جو اس برج کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔ آپ اس کی شخصیت کی تعمیر آسانی سے کر سکتے ہیں۔

کمزوریاں

محبت کرنے کے معاملہ میں جلد باز ہوتے ہیں۔ چاہے وہ بچے ہوں چاہے نوجوان۔ اس کمزوری کا بری طرح شکار ہوتے ہیں۔ دوسری کمزوری یہ ہے کہ آپ ان کی ہر بات میں بڑائی اور غرور کی بو محسوس کریں گے

منازلِ نشوونما

ان کی جوانی جذبات و تصورات کا شکار ہوتی ہے۔ جب یہ کسی ہیجان انگیز واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔ تو اس کا ردعمل شدید ان پر پڑتا ہے۔ خصوصاً بلوغت کے دنوں میں یہ خواہشات و تصورات کی دنیا میں ایک ہیرو کی طرح کی زندگی کا اثر لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ حالانکہ بچپن میں بھی ان کی عادات پر تکبر اور غرور کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ مگر عہد جوانی رومان پرور رہتا ہے۔

ان کی شادی یا ساتھی کے لیے برج حمل (پیدائش مارچ ۲۱ تا اپریل ۲۰) کے زیر اثر پیدا ہونے والے بچوں کا انتخاب کیا جائے یا پھر برج قوس (پیدائش نومبر ۲۲ سے دسمبر ۲۱ تک) سے ہو تو مناسب اور درست بات ہوگی۔ لیکن ان کی زندگی کا گذران کے ساتھ نہ ہو سکے گا جن کی پیدائش برج ثور (پیدائش اپریل ۲۱ سے مئی ۲۱ تک یا برج عقرب پیدائش اکتوبر ۲۴ سے نومبر ۲۲) تک کے درمیان ہو۔

گنہگار

دورِ کلیم اللہ علیہ السّلام میں قحط کا سا سماں پیدا ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بارانِ رحمت کیلئے دست دعا اٹھائے۔ ارشاد ہوا "اے کلیم علیہ السّلام! تیری مجلس میں ایک بدترین گنہگار ہے۔ اُسے مجلس سے اٹھا دو تو دعا قبول ہو جائے گی"۔ —— حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے لوگوں سے فرمایا "ایسا آدمی جو بھی ہے وہ یہ مجلس چھوڑ دے"۔ وہ بندۂ خدا دل ہی دل میں نادم ہوا اور خدا کے حضور عرض کی "یا اللہ میں تیرا گنہگار بندہ ہوں پہلے میرے عیوب تیرے سامنے تھے اب مجھے لوگوں میں شرمندہ کریگا"۔ بندۂ خدا نے سچے دل سے توبہ کرلی اور اسی لمحے بارش شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا "یا اللہ تیری شان کریمی تیرے گنہگار بندے نے مجلس بھی نہیں چھوڑی اور بارش شروع ہو گئی"۔ ارشاد ہوا "اے کلیم علیہ السّلام! میرے بندے نے مجھ سے صلح کرلی ہے"۔

مرسلہ: نورالاسلام حبشی، کراچی

ڈاکٹر پرویز اس رات بہت دیر سے سویا تھا۔ سارا دن اس کے مطب میں مریضوں کا تانتا بندھا رہتا۔ اور اسے دم لینے کی بھی مہلت نہ ملتی تھی۔ لیکن اب صبح ساڑھے چار بجے دفعتاً اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے سنا کہ مکان کے صدر دروازے کی گھنٹی زور زور سے چیخ رہی ہے سورج طلوع ہونے میں ابھی دیر تھی اور چاروں طرف گھپ سناٹا چھایا ہوا تھا اس سناٹے میں گھنٹی بجنے کی مسلسل آواز سن کر ڈاکٹر پرویز کو یوں محسوس ہوا تھا۔ جیسے اس کے دماغ پر آہنی ہتھوڑے سے ضربیں لگائی جا رہی ہیں۔ گرم گرم بستر سے اٹھنا اس وقت اس کے لیے سخت تکلیف دہ تھا وہ بے اختیار اپنے ملازم کو کوسنے لگا جو ایک روز پہلے بہانہ کر کے اپنے گاؤں چلا گیا تھا۔

"خدا جانے کون بدبخت میری نیند حرام کرنے آ پہنچا ہے جہنم میں جائے"۔ اس نے بڑبڑا کر کہا اور لحاف اپنے اوپر لپیٹ کر سونے کی پھر کوشش کرنے لگا مگر اب گھنٹی بجانے والا دروازے کو اس انداز سے پیٹنے لگا کہ پورے مکان میں بھونچال سا آ گیا کئی منٹ تک یہی کیفیت رہی اور جب ڈاکٹر پرویز کی نیند اڑ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ دستک دینے والا ٹلنے والا آسامی نہیں تو وہ طیش میں آکر بستر سے نکلا اور ڈریسنگ گاؤن پہنتا لڑکھڑائی چال چلتا ہوا صدر دروازے کی طرف گیا۔ دروازہ کھول کر یوں ہی اس نے باہر تاریکی میں جھانکا دفعتاً ایک شخص دروازے میں گھس کر مکان میں آ گیا اور زور سے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ پھر اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ڈاکٹر کا بازو پکڑ لیا۔ ڈاکٹر نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھڑانا چاہا۔ لیکن اجنبی نے اس کا ہاتھ اور سختی سے پکڑ لیا اور ہانپتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولا:

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس مکان میں ایک ڈاکٹر رہتا ہے

ڈاکٹر پرویز ـــــ کیا تمہارا ہی نام ہے ؟ اگر تم ڈاکٹر نہیں تو مجھے ڈاکٹر کے پاس لے چلو"

ڈاکٹر کے جواب دینے سے پہلے پراسرار اجنبی کا نہایت سکون اور بہ نظر غائر معائنہ کیا پھر مطمئن ہو کر کہ کوئی تشویش کی بات نہیں، اس نے اجنبی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی مطالعہ گاہ میں لے آیا جہاں آتش دان میں آگ کے مدھم شعلے ابھی تک رقص کر رہے تھے اور کمرہ خاصہ گرم تھا۔ اس نے لکڑی کا ایک موٹا سا کندہ آتش دان میں جھونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے ہی ڈاکٹر پرویز کہتے ہیں"

" آہ . . . . . تب خدا کے واسطے مجھے بتاؤ کیا میں پاگل ہوں ؟ "

ایک مرتبہ ڈاکٹر نے پھر اس بے وقت کے ملاقاتی کو بغور دیکھا۔ اس کا حلیہ بڑا ہی عجیب تھا۔ سر کے موٹے بال الجھے ہوئے اور گرد آلود بدن کے کپڑے تار تار اور چہرہ جس کے نقوش صاف تھے خون سے تر تھا۔ اس کی آنکھوں سے خوف و ہراس اور بھرائی ہوئی آواز میں کپکپاہٹ اور دہشت کا عنصر نمایاں تھا ڈاکٹر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے اسے بیٹھنے کے لیے کہا جس پر اجنبی دھم سے گر گیا۔

"تم زخمی بھی ہو، ٹھہرو، میں ابھی تمہاری داستان سنتا ہوں" ڈاکٹر نے الماری کھول کر تھرماس نکالی اور کافی بنا کر اس کا پیالہ اجنبی کو دیتے ہوئے کہا۔

"پہلے اسے پی لو"

اس نے ایک ہی گھونٹ میں پیالہ ختم کر دیا، آہستہ آہستہ اس کے اوسان بحال ہونے لگے اور چہرے پر پھیلے ہوئے دہشت کے آثار رفتہ رفتہ غائب ہو گئے چند منٹ تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ آخر اجنبی نے اپنی رام کہانی اس طرح شروع کی۔ ڈاکٹر صاحب میرا نام جمال ہے اور میرا پیشہ فوٹوگرافی

ہے۔ مجھے اس علاقے میں چند تصویریں لینے کے لیے آنا پڑا۔ میں اس علاقے سے قطعی ناواقف ہونے کے باعث گذشتہ پندرہ روز سے مختلف دیہات میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ گذشتہ رات میں اپنی موٹر سائیکل پر جا رہا تھا اور میرا راستہ حد درجہ ویران سنسان اور دلدلی میدانوں پر مشتمل تھا۔ رات بھی معمول سے زیادہ سرد اور تاریک تھی۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ موٹر سائیکل کی رفتار خود بخود دھیمی پڑ رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانپنے لگی اور آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ میں نے موٹر سائیکل سے اتر کر اس کا معائنہ کیا اور یہ معلوم کر کے دل دھک دھک کرنے لگا کہ پٹرول کی ٹنکی تقریباً خالی ہو چکی ہے۔ اس میں دراصل ایک ننھا سا سوراخ تھا جس میں سے پٹرول ٹپک ٹپک کر تمام راستے گرتا آیا تھا۔ میں نے جلدی سے چیونگم کی گولی چبا کر اس کا ربڑ کا سا آٹا اس سوراخ پر لگایا تاکہ یہ جو تھوڑا سا پٹرول باقی بچ رہا ہے وہ ضائع نہ ہو۔ میری بدقسمتی دیکھیے کہ فالتو پٹرول کا ڈبہ جو میں سفر میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہوں، بالکل خالی تھا۔ حالانکہ میں نے گیراج والوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ یہ ڈبہ پٹرول سے پُر کر دیں مگر شاید وہ بھول گئے تھے۔

خدا کا نام لے کر میں نے موٹر سائیکل دوبارہ شارٹ کی۔ میں اس ویران علاقے سے بہت جلد نکل جانے کے لیے بے چین تھا۔ مگر کیا معلوم تھا کہ قسمت کو اور کچھ ہی منظور ہے۔ ابھی میں بمشکل پون میل ہی گیا تھا کہ موٹر سائیکل نے پھر چلنے سے جواب دیدیا۔ آپ شاید میری دہشت اور پریشانی کا صحیح اندازہ نہ کر سکیں جو اس وقت مجھ پر طاری ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق نزدیکی گاؤں کم از کم چھ میل پر تھا میں نے جیبی گھڑی نکال کر وقت دیکھا چمکتی ہوئی سوئیوں نے بتایا کہ رات کے پورے دس بجے ہیں میرے چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ہوا میں خنکی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی

تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف پناہ لینے کے لیے کوئی مکان یا کسی انسان کی جھونپڑی تلاش کرنے کی کوشش کی، مگر اس ہولناک سناٹے کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں سے اس ویرانے میں کسی انسان نے قدم نہیں رکھا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ دھند کا ایک گہرا بادل ہے جو چاروں طرف سے مجھے اپنے حلقے میں لینے کے لیے آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا ہے"

اس موقع پر اجنبی نے تھوڑی دیر توقف کیا اور پھر بولا :

" مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس دھند کو دیکھ کر میری دہشت اور اضطراب میں اور اضافہ ہو گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اب کیا کروں اور کدھر جاؤں۔ ایک ہولناک سناٹا میرے گرد و پیش طاری تھا۔ جیسے میں صدیوں پرانے کسی قبرستان میں کھڑا ہوں دھند نے آخر مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور میں نے یوں محسوس کیا جیسے کسی نادیدہ آسیبی قوت نے میرے اعصاب سلب کر لیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب، یقین کیجیے کہ اپنے دوستوں کے حلقے میں مجھے بزدل نہیں سمجھا جاتا۔ اور میں کئی مرتبہ مختلف ڈراونے واقعات کے مراحل سے گذر چکا ہوں، لیکن اس دھند میں اپنے آپ کو مقید پاتے ہوئے مجھے یقین ہو رہا تھا کہ اس میں کسی آسیبی قوت کا دخل ضرور ہے اور میری چھٹی حس مجھے بتاتی تھی کہ یہ قوت میرے کہیں قریب ہی موجود ہے۔ پھر میں نے اپنے کندھوں پر زبردست دباؤ محسوس کیا اور یوں معلوم ہوا کہ یہ نادیدہ آسیبی قوت مجھے ایک طرف بڑھنے کے لیے مجبور کر رہی ہے میں نے بڑی کوشش کی کہ اس طرف نہ جاؤں، لیکن بے بس تھا۔ ایک بے جان لاش کی مانند میں گھنی خاردار جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جن کے درمیان دروازے کی شکل و صورت کا ایک وسیع شگاف

مجھے قریب جانے پر دکھائی دیا۔

جوں ہی میں اس شگاف میں داخل ہو کر دوسری جانب نکلا میرے کندھوں پر رکھا ہوا ناقابل برداشت بوجھ فوراً دور ہو گیا۔ شاید اس آسیب نے اب میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گہری دھند جسے دیکھ کر دہشت طاری تھی، آہستہ آہستہ فضا میں تحلیل ہو کر غائب ہو گئی۔ میں نے چاروں طرف دیکھنے کی کوشش کی، اور پھر میرا دل خوشی اور مسرت سے ناچ اٹھا۔ اس ویرانے میں پناہ لینے کے لیے آخر ایک مکان دکھائی دے ہی گیا۔ یہ ایک پرانے طرز کا بہت قدیم مکان تھا جس کے چاروں طرف خودرو جھاڑیاں اور لمبی گھاس کثرت سے اگی ہوئی تھی۔ امتداد زمانہ کے باعث اس سرائے کی دیواروں کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا یا اس گھپ اندھیرے میں مجھے ہی سیاہ نظر آیا۔ بہرحال بے چارگی اور مصیبت کے وقت اس سرائے نما مکان کا دکھائی دینا میرے لیے سمندر میں روشنی کے مینار سے کہیں زیادہ اہم تھا۔

مجھے یقین تھا کہ یہ مکان ضرور آباد ہو گا۔ اور بے شک رات کافی جا چکی ہے، مگر مکان کا مالک یا جو کوئی بھی اس میں رہتا ہے ایک اجنبی کے لیے دروازہ کھولنے میں ناراضگی محسوس نہیں کرے گا اور عین ممکن ہے کہ اس تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے مسافر کو کھانا بھی کھلا دے۔ یہ خیال آتے ہی گرم گرم چائے اور کھانے سے بھرے ہوئے برتن میری نظروں کے سامنے رقص کرنے لگے۔ مجھے اپنے آپ پر ہنسی آئی۔ چند منٹ پہلے مجھ پر دہشت اور خوف کی جو زبردست کیفیت طاری تھی۔ وہ اب سکون و اطمینان سے بدل چکی تھی۔ انسان کی فطرت بھی عجیب ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والی اس تاریکی میں سرائے کا راستہ تلاش کرنا بھی کارے دارد تھا۔ اور پھر قدم قدم پر خاردار جھاڑیاں ـــــ لیکن جلد ہی مجھے سرائے کو جانے والا

راستہ نظر آگیا۔ قریب پہنچ کر اس عمارت کے دھندلے نقوش مجھے واضح طور پر دکھائی دینے لگے۔ دور سے یہ چھوٹی سی دکھائی دی تھی، مگر اصل میں یہ کافی عظیم عمارت تھی۔ اس کے بلند وبالا دروازے پر کچھ لکھا ہوا بھی تھا جو میں کوشش کے باوجود نہ پڑھ سکا۔ اونچے اونچے درختوں کے ایک زبردست جھنڈ نے اس عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا۔ ایک عجیب بات میں نے یہ دیکھی کہ عمارت کے چاروں طرف دبیز پراسرار دھند پھیلی ہوئی تھی، لیکن یہ دھند اپنی جگہ رکی ہوئی تھی۔

پوری دلجمعی کے ساتھ میں نے دروازے پر دستک دی اور ایک لمحے تک انتظار کیا کہ شاید دروازہ کھلے، مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ تب میں نے کئی مرتبہ اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندھیرے میں دیر تک رہنے کے باعث میری آنکھیں گردوپیش کی اشیاء بخوبی دیکھنے پر قادر ہو چکی تھیں اور میں حیران تھا کہ اس عالیشان عمارت کا مالک یا تو نہایت ہی بے پرواہ قسم کا آدمی ہے یا پھر اسے گوشۂ قناعت سے ہی نکلنے کا موقع نہیں ملتا کہ اس کی حالت درست کرنے پر توجہ دے۔ دفعتاً میری نگاہ عمارت کی پیشانی پر لگے ہوئے ایک بڑے سے سفید پتھر پر پڑی جس پر چند الفاظ لکھے تھے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ شاید اس پتھر پر سرائے کا نام لکھا ہوا ہے، لیکن اب بغور دیکھنے پر پتہ چلا کہ اس پر عجیب مضحکہ خیز الفاظ لکھے ہیں:

"یہاں آپ کا سفر ختم ہوتا ہے"

میں سوچتا رہا کہ آخر ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، مگر سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ پہلے پہل جس شخص نے یہ سرائے بنوائی ہوگی وہ کوئی بہت ہی خوش مزاج اور زندہ دل قسم کا آدمی ہوگا۔ ابھی میں اس پر غور کر رہا تھا کہ دفعتاً میرے کانوں میں ایسی آواز آئی جیسے مکان کے اندر کوئی شئے حرکت کر رہی ہے۔ پھر دائیں ہاتھ کی اونچی کھڑکی کی درازوں میں سے روشنی کی ہلکی سی کرنیں مجھے دکھائی دیں اور فوراً ہی یہ روشنی غائب ہو گئی۔ شاید کوئی شخص دروازہ کھولنے آرہا تھا، لیکن یہ سوچ کر کہ دستک دینے والا غائب ہو گیا، وہ روشنی بجھا کر اپنے بستر پر لیٹ گیا ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی میں دروازے کو پیٹنے ہی والا تھا کہ مکان کے اندر پھر کسی کے ہولے ہولے چلنے پھرنے کی ہلکی آواز میرے کانوں میں آئی۔ یہ آواز پیروں میں پہننے والے بھاری سلیپروں کے فرش پر گھسٹنے کی آواز سے ملتی جلتی تھی آہستہ آہستہ یہ آہٹ مکان کے اندرونی حصے سے دروازے کی طرف آئی۔ ایک لمحے کے لیے رکی؟ اور پھر دروازے کی آہنی زنجیر کی دل خوش کن کھڑکھڑاہٹ سنی اور پھر لکڑی کا بنا ہوا مضبوط اور بلند دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔

دروازہ کھلنے پر پہلے مجھے اپنے سامنے ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا اور اسے دیکھتے ہی میرے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی پھیل گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میری ریڑھ کی ہڈی میں کسی نے برفانی انگلی رکھ دی ہے۔ وہ ایک پستہ قامت اور چھوٹے شانوں والا مضبوط جسم کا آدمی تھا جس کا گول چہرہ دودھ کی مانند سفید اور روشن تھا۔ اور گنجی کھوپڑی اندھیرے میں سفیدی کی طرح چمک رہی تھی۔ گردن سے لے کر ٹخنوں تک اس نے سیاہ رنگ کے موٹے کپڑے کا چغہ پہن رکھا تھا، مگر ان تمام عجیب باتوں کے علاوہ جس شئے نے میرے اوپر لرزہ طاری کر دیا وہ یہ تھی کہ اس شخص کے چہرے پر نہ بھنویں تھیں نہ آنکھیں۔"

جمال کہانی سناتے سناتے رک گیا اور خوف سے کانپنے لگا۔ ڈاکٹر پرویز نے جھک کر کہا۔

"آگے سناؤ! پھر کیا ہوا؟"

اس عجیب وغریب شخص کی پشت پر پھر میں نے ایک نوجوان اور بے حد خوبصورت عورت کو دیکھا جو قدیم طرز کا

شمع دان ہاتھ میں لیے کھڑی تھی مرد جتنا بدصورت اور بدوضع تھا عورت اتنی ہی حسین اور دلکش تھی۔ اس کا جسم سڈول اور سفید اور سیاہ آنکھیں، جن میں سمندروں کی سی گہرائی تھی بے پناہ چمکیلی تھیں اور کالے لباس میں اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمکتا تھا۔ آہ۔۔۔۔ میں اس کا چہرہ کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ مگر اس خوبصورت اور دلکش چہرے پر ایک شئے ایسی بھی تھی، جسے دیکھ کر ہی میرے دل میں اس عورت کے لیے نفرت اور کراہت کے شدید ترین جذبات پیدا ہوگئے خدا جانے کیوں؟ اور وہ شئی تھی اس کے ہونٹ! شمع کی مدھم روشنی میں اسکے پتلے پتلے ہونٹ کبوتر کے خون کی مانند سرخ تھے، جیسے وہ تھوڑی دیر ہوئے کسی کا خون پی کر آئی ہو میں نے محسوس کیا کہ مجھے دیکھتے ہی عورت کا چہرہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا اور اس کی آنکھیں تارے کی مانند چمکنے لگیں اور مجھے وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگی۔ اس کی نظروں کی تاب نہ لاکر میں نے فوراً اپنی نظریں پھیر لیں۔

ان دونوں کا جائزہ لینے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا میں نے پھر رک رک کر اپنا حال سنایا اور صرف ایک رات کے لیے مکان میں پناہ لینے کی درخواست کی اور جتنی دیر میں بولتا رہا وہ دونوں بے حس وحرکت کھڑے میری بات سنتے رہے اور جب میں چپ ہوا تو ایک لمحہ انتظار کے بعد بغیر آنکھوں والے پراسرار مرد نے اپنی لمبی لمبی سفید انگلیاں آگے بڑھائیں اور میرے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ شاید وہ میرے چہرے کے خدوخال سے یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کوئی بدمعاش تو نہیں —— مگر فوراً ہی اس حسین عورت نے جھک کر مرد کے کان میں آہستہ سے کہا

"کافی ہے اسے اندر آنے دو ——"

میں نے یہ فقرہ سن لیا، مگر سمجھ نہیں سکا کہ "کافی ہے" سے اس عورت کی کیا مراد تھی۔ فوراً ہی مرد ایک طرف ہٹ گیا اور مجھے مکان میں داخل ہونے کا اشارہ کیا اگرچہ میں اس مکان کی ہیئت اس میں رہنے والے ان دو پراسرار افراد کی شکل وصورت، لباس اور انداز گفتگو سے کسی قدر سراسیمہ ہو گیا تھا، لیکن اب میرے لیے مکان میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ کیا میں اپنے آپ کو اس ویران اور دلدلی علاقے کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتا اور صبح ادھر سے گذرنے والے سردی سے اکڑی ہوئی میری لاش پاتے۔

"پس میں خدا کا نام لے کر مکان میں داخل ہوا۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ سفید چہرے والا پراسرار مرد کس طرف چلا گیا؟ البتہ عورت نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پہلی منزل کے ایک کمرے میں مجھے لے گئی۔ میں نے دیکھا کہ چلتے ہوئے اس کے پیروں سے ہلکی سی آہٹ بھی پیدا نہ ہوتی تھی۔ میں ابتداء میں یہ کہنا بھول گیا کہ یہ عمارت دو منزلہ تھی اور اس میں بے شمار بڑے بڑے کمرے تھے۔ مجھے وہ جس کمرے میں لے گئی، شاید وہ خواب گاہ کے طور پر ہی استعمال ہوتا تھا کیوں کہ میں نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا کہ کمرے کے ایک گوشے میں نہایت ہی آرام دہ بستر موجود ہے۔ اور وہ مسہری جس پر بستر بچھا تھا، فرش زمین سے کئی فٹ اونچی اور اتنی بڑی تھی کہ اس پر بہ وقت چار پانچ آدمی آسانی سے سو سکتے تھے۔

عورت کمرے میں داخل نہیں ہوئی بلکہ دروازے پر ہی رک گئی۔ اس کے لبوں پر ایک عجیب پراسرار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے گردن کے اشارے سے رخصتی سلام کیا اور واپس مڑنے ہی والی تھی کہ میں نے جلدی سے نہایت عاجزانہ انداز میں درخواست کی کہ کیا کھانے کے لیے کچھ مل سکتا ہے، لیکن یہ درخواست بے کار ثابت ہوئی۔ کیوں کہ عورت نے نفی میں گردن کو جنبش دی اور بجائے

افسوس ظاہر کرنے کے سُرخ سُرخ لبوں پر مزید تبسم چھاگیا یہاں تک کہ مجھے اس کے سفید چمکیلے دانت دکھائی دئے جو غیر معمولی طور پر لمبے اور نوکیلے تھے پھر اس نے دروازہ بند کیا اور چلی گئی۔

"اب میں کمرے میں تنہا تھا۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف گھومتی ہوئی نظر ڈالی۔ یہ ایک وسیع وعریض کمرہ تھا ایک گوشے میں ہاتھ منھ دھونے کی ایک چھوٹی سی میز کھڑی تھی، جس کے قریب ہی چند تولیے لٹک رہے تھے۔ جنوبی دیوار کے ساتھ پرانی طرز کی کئی بڑی بڑی کرسیاں بھی ایک قطار میں رکھی تھیں اور اس کے مقابل کی دیوار کے ساتھ شاہ بلوط کی لکڑی کی بنی ہوئی ایک بے حد مضبوط اور بھاری الماری کھڑی تھی۔ مسہری کا ذکر میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ کمرے کے مغربی دیوار کے کونے میں ایک ہی کھڑکی تھی جو مجھے بند دکھائی دی اور اسی طرف وہ دروازہ تھا جس سے میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔ بستر کے قریب کونے میں تانبے کا بنا ہوا ایک نہایت وزنی اور کئی فٹ اونچا لیمپ بھی پڑا تھا جس پر گرد کی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس کی زرد رنگ کی روشنی میں کمرے کی یہ تمام چیزیں مجھے ایک خواب کی مانند دکھائی دے رہی تھیں۔ مشرقی دیوار کے ساتھ کوئی شئی نہیں تھی۔ البتہ ایک چھوٹا سا دروازہ مجھے دکھائی دیا جس میں قفل لگا تھا۔ میں نے ایک سوراخ میں سے جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ دکھائی نہ دیا کہ اس کمرے میں کیا ہے۔ کیوں کہ وہاں سخت اندھیرا تھا۔

شدید تھکن کے باعث میرا جسم ٹوٹ رہا تھا اور میرے کپڑے خاک دھول میں اَٹ گئے تھے۔ میں نے سوچا اگر اس وقت گرم گرم پانی سے ایک غسل ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ مگر افسوس کہ یہاں غسل کا انتظام نہیں تھا میں نے سونے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنا کوٹ اُتارا۔ تب مجھے پھر اس حسینہ کا خیال آیا جو مجھے اس کمرے میں پہنچا گئی تھی۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ایسی حسین اور جوان عورت اس اندھے مردِ پُراسرار کے ساتھ اس ویران مکان میں کیوں ہے اور وہ آدمی تو مجھے اس دنیا کی مخلوق ہی نہیں معلوم پڑتا ضرور کوئی بدروح ہے۔ مگر اس بدروح کے ساتھ اس عورت کا کیا تعلق ہے جسم کے ساتھ میرا ذہن بھی تھک گیا تھا، اس لیے میں اپنے ہی سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ البتہ میں نے یہ طے کر لیا کہ صبح ضرور اس عورت سے اس معمے کا حل دریافت کرنے کی کوشش کروں گا۔

بستر پر لیٹتے وقت میرے دل میں گرم گرم غسل کی خواہش ایک دفعہ پھر پیدا ہوئی۔ تب مجھے یاد آیا کہ ممکن ہے وہ چھوٹا سا دروازہ جس میں قفل لگا ہے کسی غسل خانے کا دروازہ ہو۔ اسے کسی ترکیب سے کھولنا چاہیے۔ میں بستر سے اُٹھ کر اس دروازے کے قریب گیا اور دروازے کا بغور معائنہ کیا پھر ہاتھوں کی پوری قوت سے اسے کھولنے لگا، مگر اس میں اندر سے قفل لگا تھا میں نے کئی قسم کی چابیوں کا گچھا نکالا۔ اور باری باری ہر چابی تالے کے سوراخ میں آزمانے لگا۔ یہ کوشش آخر بار آور ثابت ہوئی اور ایک چابی سے تالا کھل گیا۔

دروازہ کھلتے ہی دل خوش ہو گیا۔ کیوں کہ یہ واقعی غسل خانہ تھا مگر تھا بے حد غلیظ خدا معلوم کتنے عرصے سے اس میں صفائی نہیں ہوئی تھی ــــ چوں کہ کمرے میں جلتے ہوئے لیمپ کی مدھم روشنی غسل خانے تک پہنچنے کے قابل نہ تھی۔ اس لیے میں نے یہاں موم بتی تلاش کرنا چاہی، مگر آپ کو معلوم ہے کہ انسان کو وقت پر وہی شے نہیں ملتی جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا لعنت بھیجو، اگر روشنی نہ سہی تو کیا غضب ہو جائے گا۔ کیا غسل اندھیرے میں نہیں کیا جاسکتا۔

یہ سوچ کر میں نے ٹنکی پر لگی ہوئی ٹونٹی کھول دی۔ نہایت ہی مدھم روشنی میں میں نے دیکھا کہ ٹونٹی میں سے پانی کی پتلی سی دھار نکل کر غسل کرنے کے بڑے ٹب میں گری۔ مگر آہ کیسا پانی؟ گدلا اور سیاہ رنگ کا جس میں زنگ کی بو آرہی تھی اور پھر پانی کی ٹنکی اور لوہے کے پائپوں میں سے خرخر کی عجیب آواز نکلنے لگی۔ اب میں نے نہانے کے ٹب پر نظر ڈالی یہ بھی قدیم طرز کا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صدیوں سے اسے استعمال نہیں کیا۔

پہلے تو میں نے سوچا کہ نہانے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے۔ مگر کپڑے اتار چکا تھا، لہذا طے کیا کہ کم از کم ہاتھ پیر ہی صاف کرلوں جو بے حد گرد آلود تھے۔ پس میں نے پتلون اور جرابیں بھی اُتار ڈالیں اور اپنے بستر پر رکھ کر واپس غسل خانے میں آیا۔ میرے دل میں اب اس مکان کی ویرانی اور بدروحوں کا سارا خوف دور ہو چکا تھا۔ میں خوشی سے سیٹی بجاتے ہوئے پانی کے ٹب میں بیٹھ گیا۔ میرے سر پر پانی کی پتلی سی دھار پڑنے لگی، مگر دفعتہً میرا سانس جہاں تھا وہیں رک گیا۔ خدا کی پناہ، یہ کیا چیز تھی جو میرے بدن پر چپک رہی تھی۔

میں نے غور سے ٹب میں دیکھا اور پھر جیسے روح کھنچ کر حلق میں آگئی۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ٹب کے نیچے اور چاروں کناروں پر تازہ تازہ خون کی گہری تہہ جمی ہوئی ہے۔

میرے منھ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور میں اچھل کر ٹب میں سے باہر نکلا اور پھر مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کہاں پڑا ہوں۔

خدا جانے کتنی دیر میں بے ہوش رہا۔ شاید دس یا پندرہ منٹ ــــ جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اسی مکروہ اور غلیظ ٹب کے پاس پڑے ہوئے پایا ــــ میرے ہاتھوں اور پیروں پر خون جم کر سخت ہو گیا تھا مجھے فوراً احساس ہو گیا کہ یہ خون حیوانی نہیں انسانی ہے۔

اس اچانک اور لرزہ خیز دریافت نے میرا ذہن قطعی ماؤف کر دیا چند لمحے تک میں سر پکڑے اسی طرح بیٹھا رہا۔ ایک ویران مکان کے اندر آدھی رات کو انسان کے خون سے بھرے پانی کے ٹب میں غسل کرنے کا ارادہ اتنا بھیانک اور دہشت انگیز تھا کہ اس نے میری تمام ذہنی اور جسمانی قوتیں سلب کر لی تھیں۔ میں اسے یقیناً ایک وہم یا خواب سے زیادہ اہمیت نہ دیتا۔ اگر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے میرے بدن پر چپٹے نہ رہتے مگر یہ خون اس امر کی شہادت دیتا تھا کہ میرے ساتھ حقیقتاً ایسا معاملہ پیش آیا ہے۔ چند منٹ بعد میرے اعصاب پرسکون ہوئے تو میں اٹھا اور کمرے میں جا کر اپنے تولیے سے ہاتھ پیروں پر جما ہوا خون بمشکل صاف کیا بلاشبہ انسانی خون تھا اور بالکل تازہ ــــ آخر یہ خون کہاں سے آیا اور جو بدنصیب مارا گیا ہے اس کی لاش کہاں چھپائی گئی ہے۔

بستر پر گھبرایا ہوا میں خدا جانے کتنی دیر تک اسی فکر میں گم رہا۔ شاید پانچ یا دس منٹ۔ مگر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک زمانہ بیت گیا ہے۔ دہشت سے میرے جسم کا ہر رونگٹا کھڑا ہو گیا اور دل دھک دھک کر رہا تھا۔ میں نے اپنے کپڑے دوبارہ پہنے کیوں کہ اب آنکھوں سے نیند غائب ہو چکی تھی اور ایک ایسی بھیانک جگہ، جہاں انسانی خون بکھرا ہوا ہو، کسی شخص کا سونا قطعی ناممکن تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کون بدنصیب تھا جس کا خون بہایا گیا اور کس نے بہایا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی قوی الجثہ جونک نے اس کا خون چوسا ہو اور پھر اسے ٹب میں خارج کر دیا ہو۔

جونک ــــ بجلی کی طرح میرے ذہن میں یہ خیال چمکا اور پھر اس سفید چہرے والے اندھے کی بھیانک شکل میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔ مجھے کمرہ گھومتا ہوا نظر

آیا۔ اُف خدایا کیا اس کی شکل جونک سے مشابہت نہیں رکھتی؟ خون سرد ہو کر میری رگوں میں جمنے لگا۔ اس عفریت کا اگلا شکار کون ہو گا؟ میرا بدن خشک ٹہنی کی مانند کانپنے لگا۔ میں اٹھا اور لپک کر کھڑکی کی طرف بڑھا اور اسے کھولنے لگا۔ فرار کا یہی راستہ تھا پوری قوت کے ساتھ میں نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھولے مگر آہ ـــــ اس راستے سے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کیوں کہ اوپری چوکھٹ سے لے کر نیچے کی چوکھٹ تک کھڑکی میں ڈیڑھ اپنچ قطر کی چھ آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں جنہیں شاید ہرکولیس بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکتا۔

وہاں سے میں دروازے کی طرف لپکا مگر بے سود۔ کیوں کہ وہ باہر سے مقفل تھا۔ اب میں دروازے کے قریب کھڑا اس سوچ میں غرق تھا کہ فرار ہونے کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں کہ دفعتاً مکان میں پھر کسی کی نقل و حرکت کی ہلکی سی آواز میرے کانوں میں آئی ـــــ جیسے کوئی دبے پاؤں چل رہا ہو۔

یہ آواز آہستہ آہستہ قریب آ رہی تھی یہاں تک کہ میرے کمرے کے سامنے پہنچ کر یک لخت ختم ہو گئی۔

دہشت سے آنکھیں پھاڑے میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے ایسی آواز سنی کہ دروازے کے اندرونی قفل میں چابی لگائی جا رہی ہے اور پھر میری طرف دروازے میں لگا ہوا گول دستہ آہستہ آہستہ گھومنے لگا اور دروازہ بغیر آہٹ کیے دو تین اپنچ کے قریب کھل گیا۔

جمال کی حالت غیر ہو گئی اور اس کا سانس زور زور سے چلنے لگا۔ ڈاکٹر پرویز نے فوراً کافی کا ایک کپ بھر کر اس کے منھ سے لگا دیا۔ کافی پینے کے بعد اس کی حالت درست ہوئی تو اس نے سلسلہ کلام شروع کیا؛

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کے فرش نے میرے پیر جکڑ لیے ہیں اور میں کوشش بھی کروں تو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ میرا کلیجہ اچھل کر میرے حلق میں آ گیا تھا اور مفلوج جسم پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ آہ ـــــ وہ ہیبت ناک اور بھیانک خاموشی مجھے ساری عمر یاد رہے گی۔ یہاں تک کہ خوف سے میرے دانت بجنے لگے۔ غسل خانے کی ٹنکی میں سے پانی آہستہ آہستہ ٹب میں گر رہا تھا اور اس کی آواز بڑی ہی ڈراونی تھی۔

دروازہ تھوڑا سا اور کھلا۔

اور پھر میں پوری قوت جمع کر کے چلایا۔

"جاؤ ـــــ یہاں جو کوئی بھی ہے فوراً چلا جائے۔"

یہی الفاظ تھے جو میرے حلق سے ایک باریک اور لرزتی ہوئی آواز بن کر بہ مشکل برآمد ہوئے اور پھر میں نے پاگلوں کی طرح کھلے ہوئے دروازے پر اپنا پورا بوجھ ڈال دیا اور اسے زور سے بند کر دیا ـــــ دروازے کے باہر قدموں کی چاپ ایک مرتبہ پھر سنائی دی جو آہستہ آہستہ دور ہوتی گئی اور پھر غائب ہو گئی۔

میں دروازے کے ساتھ چمٹا ہوا بری طرح کانپ رہا تھا۔ جب میں نے پورا اطمینان کر لیا کہ باہر کوئی نہیں تو میں نے دروازہ کھولنا چاہا، مگر وہ باہر سے بند تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیسے؟ عین ممکن تھا کہ وہ خون آشام جونک جو انسانی شکل میں تھی دوبارہ اس طرف رخ کرتی۔ دفعتاً میری نظر کمرے میں رکھی ہوئی بھاری الماری پر پڑی۔ میں نے سوچا یہ الماری دروازے کے ساتھ لگا دینی چاہیے۔ نہایت مشکل سے وہ بھاری الماری گھسیٹ کر میں دروازے کے قریب لایا اور اسے دروازے کے ساتھ ٹکا کر کھڑا کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ اس دروازے سے اب کوئی آسانی سے نہیں آ سکے گا۔ کمرے میں لیمپ بدستور جل رہا تھا۔ میں

میں نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی۔ پورے بارہ بجے تھے اور صبح ہونے میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔

میں بستر پر لیٹ گیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، مسہری بہت بڑی تھی اور اس کے چاروں گھیرے سبز پردے لکڑی کے بانسوں کے ساتھ لٹک رہے تھے اور مسہری کے اوپر چھت کے رخ ایک بہت بڑا چھتر تھا جیسا کہ پرانے زمانے میں بستر کی خوبصورتی کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ میں بستر پر لیٹا اس خوبصورت سائبان کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک ایسی شی پر پڑی جسے دیکھ کر مجھے ہمیشہ کراہت ہوئی ہے۔

یہ ایک بہت بڑی مکڑی تھی جس نے میرے سر کے عین اوپر چھتر کے درمیان لگی ہوئی ایک لمبی اور نوکیلی آہنی سلاخ سے لے کر مسہری کے ایک کونے تک اپنا وسیع جالا تان رکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ چھتر کے درمیان ایک نوکیلی لوہے کی سلاخ شاید لالٹین وغیرہ لٹکانے کے کام آتی ہو گی۔ مکڑی اب جالے کے عین درمیان بیٹھی مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا ـــــ دیکھتا رہا ـــــ یہاں تک کہ میری آنکھیں نیند سے پھر بوجھل ہو گئیں۔ سچ کہا ہے کہ نیند سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ میں نے آنکھیں کھلی رکھنے کی ہزار کوشش کی، مگر بے سود ـــــ اور چند ہی لمحوں بعد میں بے خبر سو رہا تھا۔

دفعتاً میری آنکھ کھلی ـــــ اور مجھے خوب یاد ہے کہ اس طرح کھلی کہ وہ بڑی مکڑی اپنے جالے سے گر کر میرے دائیں گال پر آن پڑی اور پھر رینگتی ہوئی گردن کی طرف بڑھی۔ دہشت زدہ ہو کر میں ایک طرف اچھلا اور عین اسی لمحے چھتر میں سے لوہے کی بھاری نوکیلی سلاخ سنسناتی ہوئی نکلی اور بستر میں کھب گئی اگر ایک سیکنڈ کی تاخیر ہو جاتی تو وہ سلاخ میرے سینے میں پیوست ہو چکی ہوتی ـــــ مگر اس مکڑی نے میری جان بچائی اور تب میں نے محسوس کیا کہ چھتر کے درمیان میں اس آہنی سلاخ کو لگانے کا اصل مقصد کیا ہے؟

آہ! کسی بدنصیب کو حالت خواب میں قتل کرنے کی اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اب میں نے غور سے لوہے کی اس نوکیلی سلاخ کو دیکھا جو اب بستر میں گڑی ہوئی تھی اس کی بناوٹ بالکل نیزے کی تیز دھار انی کی مانند تھی اور غالباً لکڑی کی وہ چھتر جس میں یہ انی کسی ترکیب سے لگائی گئی ہو گی، چھتر کے اندر ہی رہ گئی تھی۔ انی جب گری تو مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا اور یقیناً مکڑی کو پہلے سے پتہ چل گیا ہو گا کہ چھتر کی سلاخ میں جنبش ہو رہی ہے اور پھر مکڑی خوف زدہ ہو کر میری گردن پر آن گری اور میں نیزے کی انی سے ہلاک ہوتے ہوتے بچا۔

اب میں کمرے کے درمیان کھڑا سوچ رہا تھا کہ اس مصیبت سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً دروازے کے باہر میں نے نقل و حرکت کی وہی پراسرار آواز سنی جو اس سے پہلے دو مرتبہ سن چکا تھا۔ مگر فوراً ہی یہ ہلکی آواز غائب ہو گئی ـــــ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ وہم میرے اعصاب کی کشیدگی کے باعث پیدا ہوا ہو۔ چنانچہ کئی لمحوں تک میں سانس روکے اور دروازے سے کان لگائے یہی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا اور تب وہی آواز بلاشبہ سنائی دی۔

مگر اس مرتبہ یہ آواز دیوار کے عقب سے آئی تھی جس کے ساتھ مسہری لگی ہوئی تھی اور پھر یوں سنائی دیا جیسے دیوار کھرچی جا رہی ہو۔ اس میں سے کوئی شی نکالی جا رہی ہو اور پھر کوئی بٹن دبائے جانے کا کھٹکا بھی سنائی دیا۔

میں نے گھوم کر اس طرف دیکھا۔

آہستہ آہستہ دیوار میں ایک چھوٹا سا شگاف نمودار ہو رہا تھا جس میں سے شمع کی مدھم روشنی کی کرنیں کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں نے پلک جھپکتے میں کمرہ عبور کیا اور جلتے ہوئے لیمپ کو گل کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ دہشت سے اپنے آپ کو بچائے رکھوں۔ پھر میں لپک کر اس غسل خانے میں گھس گیا، جہاں جاتے ہوئے روح فنا ہوتی تھی اور دروازے کی اوٹ سے دیکھنے لگا کہ اب کیا واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ دیوار میں نمودار ہونے والا شگاف آہستہ آہستہ اتنا چوڑا ہو گیا کہ اس میں سے ایک آدمی بخوبی نکل سکتا تھا۔ پھر مجھے دو سفید ہاتھ دکھائی دیے جو اس شگاف کو ٹٹول رہے تھے اور دوسرے ہی لمحے بغیر آنکھوں والی بلا جو انسانی شکل میں تھی کمرے میں داخل ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے وہ بے حس و حرکت کھڑا کان لگائے کچھ سنتا رہا۔ پھر فضا میں ادھر اُدھر ہاتھ چلاتا ہوا بغیر آہٹ کیے میرے بستر کی طرف بڑھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ دیوار کے پیچھے وہی خوبصورت چڑیل ہاتھوں میں شمع دان لیے کھڑی ہے۔ اس کا چہرہ ان سفاکانہ حرکتوں کے باعث چمک رہا تھا اور شیطانی آنکھیں دہکتی ہوئی انگاروں کی طرح سرخ تھیں، جنہیں دیکھ کر میں کانپ گیا۔

آدمی اب بستر کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے آہستہ اپنا نرم ہاتھ بستر پر یوں پھیرا جیسے کچھ پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اس نے ہاتھوں سے لوہے کی انی کو چھوا اور فوراً یہ محسوس کر کے کہ جس لاش کو وہ ڈھونڈ رہا ہے بستر اس سے خالی ہے۔ اندھا شیطان بلی کی مانند مڑا اور پیچھے ہٹا ـــــ اس کی آواز سن کر چڑیل بھی کمرے میں آگئی اور کمرے میں ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالتے ہی اسے صورت حال کا صحیح اندازہ ہو گیا

تب عورت نے مرد کا بازو پکڑتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"جلدی کرو۔۔۔۔۔۔ غسل خانے میں۔۔۔۔۔۔

"یہ سنتے ہی وہ مڑا اور دبے پاؤں غسل خانے کی طرف بڑھا ـــــ اب وقت ضائع کرنا لاحاصل تھا۔ مجھے ہر قیمت پر اپنی جان بچانی تھی۔ میں نے اس مختصر سے غسل خانے میں اوپر نیچے چاروں طرف دیکھا۔ ٹنکی کے اوپر کوئی شئی مجھے چمکتی ہوئی دکھائی دی۔ آہ۔ یہ تو کھلے آسمان پر ایک تارہ چمک رہا تھا۔

پھر تیلی بلی کی مانند میں پائپ کے سہارے چڑھ کر اس سوراخ تک پہنچ گیا۔ جس میں اتنا شگاف تھا کہ میں مڑ تڑ کر اوپر چھت میں داخل ہو سکتا تھا۔ شگاف تک پہنچنے میں میرا سانس پھول گیا اور میں ایک لمحے کے لیے رُکا۔ تعفن اور سڑاند کا ایک سلسلہ مجھے اپنے نتھنوں میں گھستا ہوا محسوس ہوا۔

اتنے میں عورت اور مرد دونوں غسل خانے میں داخل ہوئے۔ پہلے عورت نے ٹب میں جھانکا اور کمر سیدھی کر کے کھڑی ہو گئی اور مرد سے کچھ کہا اب میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تیز چمکتی ہوئی ایک کلہاڑی بھی ہے ـــــ اور پھر عورت نہایت بھیانک انداز میں قہقہے لگانے لگی۔

"نیچے اترو ـــــ عورت نے دہاڑ کر کہا ـــــ "تمہیں اس کمرے میں رہنے کا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔

اور جب میں نے کوئی حرکت نہ کی تو عورت کا وحشیانہ پن عود کر آیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں پکڑی ہوئی شمع مرد کے ہاتھ میں تھمائی اور پھرتی سے پائپ پر چڑھنے لگی ایک سیکنڈ اور دیر ہوتی تو اس نے مجھے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ لیا ہوتا، مگر میرا جسم آسانی سے اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور میں نے بغیر سوچے سمجھے باہر چھلانگ

لگا دی ـــــ اُف خدایا! کیا بیان کروں۔ میں گوشت اور ہڈیوں کے ایک عظیم ڈھیر پر گرا۔ دس پندرہ لاشیں جن کے عضو عضو جدا تھے خدا جانے کب سے پڑی سڑ رہی تھیں۔ میرے سامنے ایک تاریک راہداری تھی۔ میں اندھا دھند دوڑتا چلا گیا۔ عورت چیختی چلاتی اب بھی میرے تعاقب میں تھی۔ لکڑی کا ایک زینہ دوسری منزل کو جاتا تھا میں اس پر چڑھتا ہوا دوسری منزل کی چھت پر پہنچ گیا۔ اب میرے فرار کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔ خوبصورت چڑیل بھی یہ سمجھ کر کہ اب بچ کر کہاں جائے گا مجھ سے دس بارہ فٹ کے فاصلے پر رک کر وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے اور کلہاڑی گھمانے لگی۔ میرا سارا جسم برف کی مانند سرد پڑ گیا۔ عورت اپنے سفید چمکیلے دانت پیستی ہوئی آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی ـــــ میں نے مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ ایک بلند و بالا درخت کی چند شاخیں چھت سے دو تین فٹ کے فاصلے تک پھیل کر رک گئی تھیں میں نے دیوار پر ایک ہاتھ رکھ کر اور دوسرے ہاتھ سے ایک شاخ پکڑ لی ـــــ اور دوسرے ہی لمحے وہ بلا مجھ پر جھپٹی اس نے کلہاڑی گھمائی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دیوار پر رکھا ہوا میرا دایاں ہاتھ سن ہو گیا ہے۔ درخت کی شاخ میرا بوجھ سنبھال نہ سکی اور شاخ سے ٹوٹ گئی۔ اور میں دھڑام سے گھنی جھاڑیوں پر گرا۔ چوٹ کا خدشہ کس بدنصیب کو تھا۔ میں اٹھا اور پاگلوں کی طرح جنگل کی طرف بھاگا اور دو ایک میل تک بھاگتا رہا۔ آخر پیچھے مڑ کر دیکھا تو جس مقام پر سرائے تھی، وہاں آسمان سرخ ہو رہا تھا اور پھر میں نے اونچے اونچے شعلے دیکھے جنہوں نے سرائے کی عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

جمال چپ ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے بڑے بڑے قطرے پھیلے ہوئے تھے اور وہ ہانپ رہا تھا۔

"آہ ـــــ تو سرائے کی عمارت میں آگ لگ گئی؟

ڈاکٹر پرویز نے کہا ـــــ یہ آگ کس طرح لگی ہوگی؟"

میرا خیال یہ ہے کہ عورت نے وہ شمع اندھے کے ہاتھوں میں پکڑا دی تھی اور پھر کسی طرح اس کے سیاہ چغے نے شمع کی لَو کو چھو لیا ہوگا ـــــ اندھے نے اپنے بچاؤ کی تدبیر کی ہوگی۔ لیکن کمرے کے دوسرے سامان نے بھی آگ پکڑ لی ہوگی۔

ڈاکٹر پرویز مسکرایا اور کہا:

بہرحال کہانی دلچسپ ہے ـــــ اگر یہ سچی ہو۔۔۔۔"

یہ سنتے ہی جمال کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا وہ آہستہ سے اپنی کرسی سے اٹھا۔ اپنا بایاں ہاتھ کمر پر رکھا اور کہا:

"تم بھی مجھے پاگل سمجھتے ہو؟"

دفعتاً ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنا دایاں ہاتھ کوٹ کی جیب سے نکالا اور ڈاکٹر کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔

اس کی چاروں انگلیاں کٹی ہوئی تھیں اور ہاتھ پر بے ترتیبی سے بندھی ہوئی ڈھیلی پٹیوں پر تازہ خون کے لوتھڑے جمے ہوئے تھے۔

"آپ کو مجھ جیسی بیوی کبھی نہیں ملے گی"
"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں دوسری بیوی
بھی تم جیسی ہی لاؤں گا"

موذی جانوروں کو مارنا

سانپ

بعض جانوروں کو مار ڈالنا جائز ہے اور بعض کو مارنے کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں سانپ دیکھے تو اسے تین دفعہ کہے کہ یہاں سے چلا جا اگر تیسری بار کہنے پر بھی منہ جائے تو مار دیا جائے۔ اگر جنگل میں سانپ نظر آئے تو اسے فوراً ہی مار دیا جائے۔ اگر ایسا سانپ نظر آئے جس کی دم کٹی ہو (اصل دم اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ کٹی ہوئی نظر آتی ہے) یا اس کی پیٹھ پر دو سیاہ خط ہوں یا (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں) کہ اس کی آنکھوں میں سیاہ بال بھی نظر آئیں تو ایسے سانپوں کو اعلان کے بغیر ہی مار دیا جائے۔

اعلان کرنے یا آواز دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سانپ سے کہے کہ ہم کو آزار نہ دو اور چلے جاؤ۔

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گھریلو سانپوں کے بارے میں جب پوچھا تو فرمایا، جب تم اپنے گھروں میں سانپ دیکھو تو اس سے کہو میں تمہیں اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو خدا کے پیغمبر حضرت نوحؑ نے تم سے لیا تھا اور اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمانؑ نے تم سے لیا تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور ہمیں آزار نہ دو، اگر وہ نہ جائیں تو انہیں مار ڈالو۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جو سانپ بھی نظر آئے اسے مار ڈالو اور جو شخص سانپ کو مارنے سے محض اس لئے ڈرتا ہے کہ وہ اس کے دشمن ہو جائیں گے تو ایسا شخص میری امت میں سے نہیں ہے۔

حضرت سالمؒ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، سانپوں کو مار دو، دو خط والا سانپ اور کٹی دم کا سانپ دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل بھی گرا دیتے ہیں۔

حضرت سالمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ جہاں کہیں سانپ دیکھ لیتے اسے مار ڈالتے۔ حضرت ابولبابہؓ نے ایک مرتبہ عبداللہؓ کو کسی سانپ کے مارنے کیلئے گھات میں بیٹھے دیکھا تو ان سے عرض کیا کہ آنحضرتؐ نے گھر کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

اور دلیل کے طور پر حضرت ابی لبابہ صحابی کی یہ روایت پیش کی کہ ایک دفعہ میں حضرت ابوسعید کے پاس گیا، ہم ایک تخت پر بیٹھے تھے کہ تخت کے نیچے کوئی شے حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوئی دیکھا تو سانپ تھا میں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا، حضرت ابوسعید نے پوچھا کیا ہے؟ میں نے کہا سانپ، وہ کہنے لگے پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اسے مار دیا جائے۔ اس پر حضرت ابوسعید نے گھر کے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں میرا بھتیجا رہتا تھا، جنگ احزاب سے قبل کا یہ واقعہ ہے۔ اس وقت اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جنگ پر جانے کی اجازت لیے جب وہ گھر آیا تو دیکھا کہ اسکی بیوی دروازہ کے باہر کھڑی ہے میرے بھتیجے نے نیزہ سیدھا کیا کہ یہاں کیوں کھڑی ہے۔ اس نے کہا اندر جا کر دیکھو، جب وہ اندر گیا تو دیکھا وہاں سانپ ہے۔ اس نے نیزہ سے اسے چھید دیا اور باہر لایا۔ سانپ نیزہ میں چھدا ہوا بیقرار تھا حضرت ابوسعید کہتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں سے کون جلدی مر گیا، وہ مرد یا سانپ، بہرحال لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے، تب آنحضرتؐ نے فرمایا، اس (سانپ کو مارنے والے) کے لئے مغفرت کی دعا مانگو پھر فرمایا مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ایمان لائی ہے انہیں تم سانپوں کی شکل میں دیکھو گے۔ انہیں تین مرتبہ ڈراؤ اگر اس کے باوجود پھر دکھائی دیں تو انہیں مار ڈالو۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ تین دفعہ اعلان کر دو جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، اگر اس کے باوجود بھی دکھائی دیں تو انہیں مار ڈالو کیونکہ وہ سانپ شیطان ہیں۔

گرگٹ کو مارنا

گرگٹ کو مار ڈالنا جائز ہے، کیونکہ مارنے

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

قرض

اگر آپ مجھ سے اتفاق کریں تو میری طرح آپ بھی یہ تسلیم کریں گے کہ بزرگوں نے اپنے مفاد کی خاطر ہمارے ساتھ بڑی ناانصافی بلکہ ستم ظریفی کی ہے۔ ازابتدا تا انتہا وہ ہم سے قرض کی صرف برائی ہی برائی بیان فرماتے رہے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ قرض محبت کی مقراض ہے تو کسی نے فرمایا ہے کہ قرض دوزخ کا دروازہ ہے کسی کا ارشاد ہے کہ قرض ذلّت و رسوائی کی ماں ہے۔ تو کسی کا قول ہے کہ قرض عزت و وقار کا گھن ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ساری باتیں ان لوگوں کی کہی ہوئی ہیں جو زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے میں ضرور مقروض رہے ہوں گے۔ یعنی قرض کی برکات سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہوں گے۔ اور انہوں نے نہیں چاہا کہ قرض کی نعمت سے دوسرے لوگ بھی فیض یاب ہوں۔ ویسے یہ بات ان پر ضرور واضح رہی ہوگی، اور آپ بھی ضرور جانتے ہوں گے اور نہ بھی جانتے ہوں تو میں آگاہ کرتا چلوں کہ آج قرض کے بغیر کام چلنے کا نہیں۔ غالبؔ خستہ کے بغیر تو کوئی کام بند نہ ہوتا تھا لیکن قرض کے بغیر سارے کام ٹھپ پڑ جائیں گے۔ آج کا ہر فرد مقروض ہے سماج مقروض ہے، قوم مقروض ہے، ملک مقروض ہے آپ قرض لیں یا نہ لیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آپ مقروض ہیں۔ اور آپ تو ماشاء اللہ عاقل و دانا ہیں اگر خدانخواستہ آپ دیوانے بھی ہوتے تو مقروض ہوتے۔ بچہ جو پیدا ہوتا ہے مقروض پیدا ہوتا ہے، اور بچہ بوڑھا، جوان جو مرجاتا ہے قرض کے بوجھ سے نیچے دبا ہوا جاتا ہے۔ بقول چچا غالبؔ

بندۂ غم سے تو رہا ہو جاتا ہے لیکن بار قرض سے سبکدوش نہیں ہو پاتا۔

ظاہر ہے دنیا کی کسی بھی چیز میں صرف برائی ہی برائی، فقط عیب ہی عیب نہیں ہوتے۔ قرض اس کُلیے سے مستثنیٰ کیسے ہوگا۔ لازماً اس میں بھی کچھ خوبیاں ہوں گی ہی۔ لیکن آج تک خدا جانے اس نے میرے سوا اور کسی کو اتنی توفیق نہ دی کہ کبھی تو۔۔ ہنر شنا بنرگوہ کے مصداق قرض کی کچھ خوبیاں بھی گنواتا۔

تو جناب والا!۔ مانتا کا ذکر کیا؟ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربہ؟ ابھی جناب سرکار بھی قرض لے لیتی ہیں، بڑے چھوٹے ممالک قرض لیتے ہیں۔ قرض لی ہوئی دولت اور ساز و سامان کے بل بوتے پر ایک ملک دوسرے ملک سے بھڑ جاتا ہے۔ جنگ کے شعلے میں سب کچھ جھونک کر پھر قرض لیتا ہے اور ذرا تازہ دم ہو کر پھر جنگ کرتا ہے اور جب پھر تہی دست یا تنگ دست ہو جاتا ہے تو پھر قرض لیتا ہے۔

لہٰذا آپ سے میری اپیل ہے کہ، مخلصانہ مشورہ ہے کہ بے دریغ قرض لیجئے۔ قرض کی ادائیگی کی طرف سے فکرمند ہونے کی مطلقاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ جس نے قرض دیا وہ ایک آنکھ کا اندھا اور جس نے قرض لے کر چکا دیا وہ دونوں آنکھوں کا اندھا یعنی سور داس۔

اردو تنقید نگاروں کی طرح اگر آپ کو اپنی روایت ورداتؔ پر بھروسہ نہ ہو تو ان کی تقلید میں مغرب کی طرف رجوع کیجئے۔ دیکھئے مشہور فرانسیسی مصنف الیگزینڈر ڈیوما ایک عقلمند آدمی تھا۔ وہ یہ پتے کی بات بتا گیا ہے کہ دولت چاہے جس کو دے دو جی چاہے تو دونوں ہاتھوں سے لٹا دو مگر خبردار اس مہاجن کو ایک کانی کوڑی بھی نہ دینا جس سے تم نے قرض لیا ہو۔ اور آپ کی واقفیت کیلئے میں بتا دوں کہ وہ محض گفتار کا غازی نہیں تھا یعنی یہ اس کی صرف کوری نصیحت نہیں بلکہ اس پر خود اس کا ایک عالم

باعمل کی طرح عمل کب ہے۔

یہ ممکن ہے کہ آپ کو قرض کی ضرورت نہ ہو یعنی آپ خود دولتمند ہوں ویسے میری دعا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ یوں تو میں ایسے دولت مندوں سے واقف ہوں جو عادتاً قرض لیتے رہے ہیں۔ اپنے روپئے بینک میں چھوڑ رکھتے ہیں تاکہ سود در سود کا نفع بھی حاصل ہوتا رہے اور ادھر قرض لے کر کام چلاتے ہیں۔ خیر جانے دیجئے ہر دولت مند تو ایسا نہیں ہوتا۔ بفرض محال اگر آپ بھی ایسے ہی دولت مند ہوں۔ یعنی یہ عین ممکن ہے کہ دولت آپ کے پاس غلطی سے آگئی ہو۔ دولت کا کیا ٹھکانا؟ وہ تو اندھی ہوتی ہے۔ اندھے دولت رام نے لنگڑے تیمور سے بھی کہا تھا۔ اسی لئے اگر آپ کے پاس بھی دولت آگئی ہو تو مجھے زیادہ تعجب نہ ہوگا۔ پھر بھی آپ کو میرا مشورہ یہی ہوگا کہ قرض لیجئے بطور فیشن ہی لیجئے۔ زندگی میں جہاں بے شمار چیزیں آپنے بطور فیشن داخل کرلی ہیں وہاں ایک قرض بھی سہی۔ اور پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ قرض سے آپ کے کسی مسئلے کا حل ہی نکل آئے۔

مثلاً آپ کسی ناپسندیدہ یا کم پسندیدہ شخص سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہوں اور شخص موصوف آپ کو اپنی رفاقت کے سائے سے کسی طرح محروم نہ کرنے پر تلا ہوا ہو تو اس وقت قرض آپ کے حق میں ایک تیر بہدف نسخہ ثابت ہوگا۔ یہ میرے تجربے کی بات ہے اور آپ اس پر سو فیصدی اعتماد کرسکتے ہیں۔ میرے محلے میں ایک خاں صاحب ہیں مخلص اور سادہ لوح آدمی ہیں۔ وقت کی قدر وقیمت کا بے چاروں کو اندازہ نہیں ہے: والئے برحال شما، آپ غیر ملکیوں کی تقلید میں کلین شیو تو کرا سکتے ہیں، پتلون پہن سکتے ہیں ٹائی لگا سکتے ہیں، لیکن وقت کی قدر نہیں کرسکتے، بے چارے خاں صاحب اکثر غریب خانے پر قدم رنجہ فرماتے ہیں (والف کے الفاظ میں آمرتے ہیں) گیارہ گیارہ بجے رات تک کان کھاتے ہیں۔ دماغ چاٹتے ہیں۔ شعر سناتے ہیں۔ شعر سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ غالب کے اشعار میں بال نکالتے ہیں۔ اقبال کے کلام میں بال کی کھال نکالتے ہیں۔ خوش فہمی میں

مبتلا ہیں کہ شعر فہمی انہی پر ختم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے (خدا کا شکر ہے کہ عمر کا پیمانہ لبریز ہونے سے بچ جاتا ہے) تو میں خان صاحب سے کسی فرضی کام کیلئے کچھ قرض کا مطالبہ کر بیٹھتا ہوں اور خاں صاحب اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں جیسے اللہ نہ کرے وہ خاں صاحب نہ ہوں۔ شیطان ہوں اور میں نے قرض نہ مانگا ہو لاحول پڑھی ہو۔

ناپسندیدہ یا کم پسندیدہ لوگوں سے پیچھا چھڑانے کا ایک طریقہ اور ہے اور اس کی کنجی بھی قرض کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ یہ طریقہ پہلے طریقے کے برعکس ہے یعنی آپ جس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہوں اسے کچھ نہ کچھ قرض دیدیجئے۔ ویسے یہ سو فیصدی خسارے کا سودا ہے اور یہ بات یہ ہے کہ میرا آزمودہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ایک مجھ میں ہی کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔ میرے دوست جناب ظہیرؔ غازی پوری کو اسکا تجربہ ہے۔ اس لئے آپ اس طریقے کی اثر اندازی پر بھی یقین کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ آپ جیسے قرض دیں گے وہ خود بخود آپ کا سامنا کرنے سے کترانے لگے گا۔

اے لو۔ آپ سے کس الو کے پٹھے نے کہہ دیا ہے کہ قرض لینے سے آپ کی سبکی ہوگی۔ قرض آپ کی شان بڑھاتا ہے۔ قرض آپ کی شخصیت، آپ کی پوزیشن کا معیار ہے۔ قرض جتنا بڑا ہوگا جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی بڑی پوزیشن کے آپ مالک ہونگے یا سمجھے جائیں گے۔ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو لوگ قرض نہیں دیتے۔ اس لئے میرے سماج میں بڑی پوزیشن حاصل کرکے جینا چاہو تو بڑا قرض لو۔

آپ کی طرح ایک بار خاں صاحب موصوف مذکور نے بھی نصیحت شروع کی۔ قرض بری چیز ہے۔ قرض نور ہے۔ قرض ؤ دوا ہے۔ میں نے جھڑک دیا۔ میاں لاحول پڑھو۔ توبہ کرو۔ بڑے بول کا منہ کالا۔ ضرورت کسے نہیں پڑتی۔ قرض رسول اللہؐ نے لیا۔ اپنوں سے کون کہے یہودی سے قرض لیا۔ اور پھر یہ قرض ہی کی برکت تھی کہ وہ یہودی ہدایت پاگیا جس سے آپ نے قرض لیا تھا۔ جلیل القدر صحابی اور خلیفہ حضرت عمرؓ نے قرض لیا۔ حضرت علیؓ شیر خدا نے بچوں کو

بندھک رکھ کے قرض لیا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ سارے لوگ اللہ والے تھے اور اپنا اپنا قرض چکا دیا۔ لیکن جہاں اور باتوں میں تم ان کی پیروی سے کتراتے رہے ہو وہاں قرض کی ادائیگی میں کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑیگا؟ سو قرض لو اور قرض ضرور لو۔

قارئین کرام! یہ نہ تصور فرمائیں کہ میرا مشورہ صرف مسلمانوں تک محدود ہے۔ بلکہ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے کے مصداق ہم اپنا مشورہ پوری قوم میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ بات ہندو یا مسلمان کی نہیں ہے۔ اور بظاہر ہم میں فرق کہاں رہ گیا ہے۔ فل پینٹ شرٹ آپ بھی زیب تن فرماتے ہیں میں بھی پہنتا ہوں۔ آپ نے دھوتی تیاگ دی، میں نے پاجامے کو خیرباد کہہ دیا۔ ڈاڑھی آپ بھی منڈواتے ہیں، میں بھی صفاچٹ کراتا ہوں۔ مونچھیں نہ آپ کے رہ گئیں ہیں نہ میری باقی بچیں ہیں۔ اور اس طرح ہم سب ایک ہیں۔

بھائیو! آپ نے چارواک کا نام سنا ہوگا۔ مشہور فلسفی تھا۔ اسکی حکیمانہ باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عقلمند بھی تھا۔ کہہ گیا ہے کہ خوب کھاؤ پیو موج کرو پاس کچھ بھی نہ ہو تو قرض لے کے گھی پیو۔ اور وہ بے چارے، ایشور انہیں بیکنٹھ میں جگہ دے۔ مشہور شاعر و ڈرامہ نویس بھارتیندو ہریش چندر بیچارے ہمیشہ مقروض رہے۔ باپ دادا کی گاڑھے کمائی کا سوا ہاکر کے قرض کا سہارا لیا اور مقروض مرے۔ اور کرشن جی کے یار جانی سداما جی بھی قرض سے اچھوتے نہ رہے جب کرشن جی سے ملنے جانے لگے تو سوغات کیلئے بیچارے کے پاس کچھ نہ تھا۔ آخر کار اپنے ایک پڑوسی سے تھوڑا سا چاول ہی قرض لے ساتھ لیتے گئے۔

ویسے میں نہیں چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں کسی شاعر کی مثال پیش کروں کیونکہ شاعری شاعرہی کے قول کیمطابق کچھ ذریعۂ عزت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ قرض کی ضرورت زیادہ شاعر کو ہی پڑتی ہے اسلئے اسکی دلدہی کیلئے عرض ہے کہ بین الاقوامی شاعر چچا غالب ہمیشہ قرض کی مے پیتے رہے۔

قرض لینا عقلمندی کی نشانی ہے۔ قرض سقراط نے بھی لیا تھا بیچارے نے سالا تو مرغ ہی قرض لیکر کھایا۔ اور شاید یہ بات آپکی واقفیت

میں اضافہ کرے کہ جب سقراط مرا تو اس کی گردن پر ایک مرغ کا قرض باقی رہ گیا تھا۔ جسے اس نے مرتے وقت چکا دینے کی وصیت کی تھی۔ اور میرے علم میں اس نے زندگی میں یہ واحد حماقت کی تھی۔

مشہور مصنف بالزاک نے قرض لیا۔ بلکہ وہ قلم تب ہی اٹھاتا تھا جب مقروض ہو جاتا تھا۔ قرض کی عدم ادائیگی کے چلتے جیل خانے تک ہو آیا لیکن واہ رے راسخ العقیدگی کہ قرض لینا نہ چھوڑا جیل خانے کے نام سے ڈر ووست سینما والوں نے اس کا نام سسرال رکھ چھوڑا ہے۔

نامور مصنف اولیور گولڈ اسمتھ ہمیشہ مقروض رہا۔ مشہور شاعر بائرن کو نوجوانی ہی سے قرض لینے کی لت پڑ گئی تھی۔ اور وہ ہمیشہ قرض پر قرض لیتا رہا۔ ولیم کاپر اور جونسن بھی قرض کے عادی تھے۔ مشہور روسی مصنف دستووسکی ہمیشہ مقروض رہتا قرض لیکر جوا کھیلتا تھا، ہار جاتا تھا اور پھر قرض لیتا تھا۔

ویسے اس کا امکان ہے کہ آپ بھی ایک کوئیاں ہوں یعنی میرے مشورے کا انتظار کئے بغیر آپ پہلے ہی سے قرض کی برکت سے واقف رہے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ قرض لیتے لیتے آپ کی ساکھ بگڑ گئی ہو۔ اور کوئی آپ کو مزید قرض دینے کو تیار نہ ہو اگر ایسی صورت حال آپ کو درپیش ہو تو آپ کی رہنمائی میرا فریضہ ہے حال ہی میں ایک طریقہ میرے ایک پڑوسی نے ایجاد کیا ہے۔ قرض پر قرض لیتے رہنے کی وجہ سے لوگ انہیں مزید قرض دینے کے روادار نہ تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ کم سے کم ایک سو روپے کی انہیں ضرورت ہے اور کوئی قرض دینے کو تیار نہیں ہے۔ پھر انہوں نے بڑے اعتماد لہجے میں کہا کہ وہ یہ قرض حاصل کرکے رہیں گے۔

تہوار کا زمانہ تھا شکر کھلے بازار میں پانچ روپے کلو ہو گئی تھی۔ میرے ان پڑوسی نے دس پندرہ آدمیوں کو یکجا دیکھ کر ایک آدمی سے سرگوشی کی کہ ایک فیئر پرائس شاپ کے مالک سے انہوں نے چالیس کلو چینی کا سودا طے کیا ہے اور وہ تین روپے

کو کے حساب سے روپے کو راضی ہوگیا ہے دو چار کلو کی اگر آپ کو ضرورت ہو تو وہ دے سکتے ہیں۔ چینی کے نام پر سب کے کان کھڑے ہوگئے اور موجود لوگوں میں سے کسی نے چار کلو کسی نے پانچ کلو کسی نے اس سے بھی زیادہ کے نقد دام ان کے جیب میں زبردستی ٹھونس دیئے وہ بیچارے نہیں نہیں، اتنا کہاں سے دے سکیں گے، ارے رکئے ذرا ٹھہریئے ہی کرتے رہ گئے۔ اس طرح سے وہ پڑوسی اسی جگہ سے نقد ایک سو سس روپے لیکر گھر گئے یہ اور بات ہے کہ دوسرے دن سکو چینی دینے کے بجائے انہوں نے اپنی پھٹی ہوئی جیب دکھادی کہ کل بازار جاتے ہوئے کسی نے ان کی جیب کتر لی، لوگوں نے بہو بلا مچایا تو انہوں نے سب کو جواب دیدیا کہ بھئی! کیا روپے ہم مانگنے گئے تھے، ویسے ہمارا نیک ارادہ یہ ہے کہ ہم باری باری سے آپ کے روپے لوٹا دینے کی کوشش کریں گے اللہ سے دعا کیجئے کہ اس ارادے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

روحانی گنڈا

یہ گنڈا اگر بچوں کے گلے میں ڈال دیا جائے تو بفضلِ خداوندی بچے مہلک بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں ——— یہ گنڈا خاص وقت میں خاص طریقے سے تیار کیا جاتا ہے ——— اپنے نونہالوں کی حفاظت کیلئے ایک بار ضرور تجربہ کیجئے۔

ھدیہ

25/=

پتہ

۲۲۷۵۵۴

روحانی مرکز محلہ ابوالمعالی دیوبند

انسانی تخیّل کی کارفرمائی

فلسفہ دان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا میں خیال کی طاقت اس قدر زبردست ہے کہ اسکے ہی ذریعہ اس عالم موجودات کے تمام کام انجام پارہے ہیں جس کے ثبوت دیکھنے والی آنکھیں اور پرکھنے والے دلوں کو قدم قدم پر مل رہے ہیں۔

اگر خیال کی طاقت دنیا میں موجود نہ ہو تو فلاسفروں کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں کوئی کام ہی نہ ہو سکے، کیونکہ سب سے پہلے خیال ہوتا ہے، اور جب وہ پختہ ہو کر یقین کے درجے تک پہنچ جاتا ہے اس وقت سے عملی کام شروع ہوتا ہے، یوں کہنے کو حضرت انسان اس عنصری دنیا میں رہتے ہیں، لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو وہ اپنی بنائی ہوئی خیالی دنیا میں سکونت پذیر ہیں کیونکہ ہر انسان خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے اور ایک نہ ایک خیال میں محو رہتا ہے اور یہ اس کا ذاتی خاصہ ہے، وہ اپنی دھن میں کبھی تو عرش معلی تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی اسفل کے ادنیٰ درجوں میں غوطہ کھاتا ہے کبھی فیاض دلی کا خیال جب زور دل پر ہوتا ہے تو انسان کا دل یہی چاہتا ہے کہ تمام دنیا کی دولت اگر اس کے قبضے میں آجائے تو وہ فوراً غریبوں میں بے دریغ تقسیم کردے گا، کبھی یہ خیال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ تمام لوگوں کی خدمت گذاری اور ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے اور سب سے محبت و اخلاص سے پیش آیا جائے اور اپنی ضرورتوں کو دوسروں کی حاجتوں کے سامنے ترجیح دینا چاہئے، پہلے دوسروں کی ضروریات پوری کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

لیکن اس بے چین انسان کے خیالات لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں ابھی انسان کی بھلائی کی نسبت سوچ رہے تھے اور بڑے یقین کے ساتھ اس کو دل نشیں کر لیا تھا کہ دوسرے کی بھلائی کرنا اپنے آرام وآسائش سے مقدم ہے، مگر ذرا ہی دیر میں طبیعت نے پلٹا کھایا اب عمدہ لباس عمدہ جائے رہائش کی طرف مبذول ہونے لگیں — عیش وعشرت کے لئے عالم خیال میں سامان تیار ہونا شروع ہوئے اور الف لیلیٰ میں حجام کے پانچوں بھائی النسچر کی طرح ہوائی قلعے تیار ہونے لگے اور ایسی محویت طاری ہوگئی کہ گویا خیال میں آئے ہوئے سارے سامان آنکھوں کے سامنے اور ہاتھوں کے قریب موجود ہیں، اور مست خیال دل ہی دل میں مزے لے رہے ہیں۔

انسانی طبع کا ایک رخ اور بھی ہے اس صفت میں اسکا مزاج جنگ وجدال خونریزی اور خونخواری کی طرف منتقل ہوجاتا ہے لڑائی جھگڑا، دنگا فساد مذہبی تعصب بھی خیال کے زور سے ہی واقع ہوتے ہیں، اسلام ایک ایسا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے لیکن اسلامی سوشل ازم ایک خیال کی جادوگری ہے اس خیال نے اتنی قوت دکھائی کہ اللہ کی پسند کو علیحدہ رکھدیا مسلمانوں کی معیشت قرآن کے اندر ہے لیکن اگر بعض اس خیال میں مگن ہوجائیں کہ معیشت ہماری سوشلزم ہے تو کتنا زبردست انقلاب ہے جو ایک خیال میں برپا کیا ان کے خیال میں سوشلزم

میں ہی معیشت کی تمام اچھائیاں موجود ہیں، اسلامی معیشت خواہ عرش بریں سے ہی کیوں نہ اتری ہو ان کے خیال میں بیکار ہے، غرض انسانی تخیل جس طرف بھی بہہ جائے اس میں اسی کو رنگ دیتا ہے۔

انتہا اس کی یہ ہے انسان اپنے دین و نظام کو اللہ کے دین و نظام سے برتر سمجھتا ہے، یہ بھی تخیل کی کارفرمائی ہے اور اگر اللہ کے اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" میں نے آج دین کو مکمل کر دیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے کوئی نبوت کا دعوی کرے اور دنیا میں فرقہ نکال لے تو یہ بھی ایک تخیل کی جادوگری ہے، دراصل یہ تینوں صفات رکھنے والے خیالات دن رات ۲۴ گھنٹوں میں بارہا انسان کے دلوں میں آتے ہیں اور اپنا دورہ پورا کرتے ہیں، جس صفت کا اس میں زور ہو جاتا ہے ویسے ہی افعال اس سے ظہور میں آتے ہیں اور وہ اس کا عمل ہو جاتا ہے، خیالات کا اثر جسم پر بھی پڑتا ہے اور اس کو یا تو تندرست و توانا بنا دیتا ہے یا نحیف و کمزور کر دیتا ہے، غرض یہ کہ انسان اپنے آپ کو جیسا خیال کرتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے، قارئین کی تفریح طبع کے لئے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

شہر لندن کے ایک وسیع مکان میں دو ڈاکٹر صاحبان خیالات کے اثر پر آپس میں بحث کر رہے تھے، ایک کا دعوی تھا کہ انسانی خیالات کا اثر اس کے جسم پر بہت کچھ پڑتا ہے، دوسرے صاحب ان کے منکر تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک چور نے انہیں ڈاکٹر صاحب کے مکان میں چوری کرنے کی نیت سے نقب لگائی، لیکن بدقسمتی سے اس نقب کا سوراخ اس کمرے میں نکلا جس میں ناکارہ کاٹھ کباڑ رکھا تھا، چور ان ٹوٹے پھوٹے لکڑی اور لوہے وغیرہ کے ڈھیر سے بمشکل تمام نکال سکا اور اب وہ مکان کی چھت پر آیا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بجلی کا تار لگا ہوا ہے، اس کو خیال آیا کہ یہ تار بجلی کا ہے اور اگر میں نے ذرا بھی پیش قدمی کی تو یہ گھنٹی بجا کر میری موجودگی کی چغلی کھائے گا اس لئے مناسب ہے کہ اس تار کو بیچ میں سے کاٹ دیا جائے اس لئے اس نے جیب سے ایک تیز دھار چاقو نکالا اور تار کو ہاتھ سے پکڑ کر کاٹنا چاہا کہ برقی تار نے ہاتھ کو فوراً جکڑ دیا اور کمرے میں تار کی ملحقہ گھنٹی اس زور سے بجی کہ دونوں ڈاکٹر جو سرگرمی سے بحث میں مشغول تھے۔ طرفین کے زبردست دلائل کا بازار گرم ہو رہا تھا، یکایک چونک پڑے اور دونوں باہر نکل آئے اور باہر آ کے دیکھا تو عجیب نظارہ آنکھوں نے پیش کیا یعنی چور صاحب کو تار سے لٹکے ہوئے پایا، چور ہاتھ باندھے ہوئے کشمکش کے ساتھ کوشش میں مصروف تھا، دونوں صاحب اس دلکش سین کو دیکھ کر کھل کھلا کر ہنس دیئے اور چور کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تمہاری رہائی کی دو ہی صورتیں ہیں، پہلی شکل تو یہ ہے کہ ہم فون سے پولیس کو بلا کر آپ کو اس کے حوالے کر دیں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ تم ہمارے تجربہ میں اضافہ کرو تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے، چور نے جواب دیا کہ میں تمہارے تجربہ میں اضافہ کروں گا پولیس کے حوالے والی شرط منظور نہیں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ دیکھو ہم تمہارے جسم سے سارا خون نکال لیں گے اور دیکھیں گے کہ تمہاری کیا کیفیت ہوتی ہے، ڈرنا نہیں تمہارا سارا خون پھر تمہارے جسم میں داخل کر کے تمہیں ویسا ہی تندرست کر دیں گے، یہ سن کر چور کے ہوش اڑ گئے مگر کیا کرتا مجبور تھا، دونوں ڈاکٹروں نے اسے ایک میز پر لٹا دیا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک ہلکا سا نشتر پاؤں چھنگلی میں چبھو دیا اور نیچے ایک بالٹی رکھ دی جس میں قطرہ قطرہ خون چھنگلی میں سے نکل کر ٹپ ٹپ کی آواز سے ٹپکنے لگا، ایک ڈاکٹر نے چور کے چہرے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کیا اور دوسرا ڈاکٹر نبض پر انگلیاں جما کر اس کی حرکت کا اندازہ کرنے لگا، رفتہ رفتہ چور کا چہرہ زرد پڑنا شروع ہوا اور نبض کی رفتار بتدریج دھیمی ہونے لگی، یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں چہرے پر مردنی کے آثار نمایاں ہونے لگے، یہ حال دیکھ کر ڈاکٹر نے حقیقت کھول دی اور کہا کہ ہم نے دیکھو تمہارے جسم سے خون کی ایک بوند بھی نہیں لی اور یہ جو ٹپ ٹپ ٹپک رہا تھا یہ خون نہیں پانی تھا۔

دوزخ میں چہل قدمی

۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کے دن ہندوستانی جادوگر خدا بخش نے نیو یارک (امریکہ) کے رہنے والوں کو ایک ایسا کرشمہ دکھایا جس پر دنیا کے کسی بھی خطے کے لوگوں نے یقین نہیں کیا۔

لیکن!

یہ کرشمہ ناقابل یقین اور حیرتناک ہونے کے باوجود بھی ایک ناقابل فراموش حقیقت تھی۔

آسمان کو چھو لینے والی عمارتوں سے گھرے ہوئے اس عظیم شہر کی اس جگہ پر جہاں موٹروں کو پارک کیا جاتا تھا، ایک تیس فٹ لمبا اور چار فٹ چوڑا گڈھا کھودا گیا۔ گڈھے کی گہرائی تین فٹ تھی۔

اس گڈھے میں کئی ٹن لکڑی اور ۲۵ بورے کوئلے جھونک کر ایک بھٹی سلگائی گئی تھی۔

پورے ایک دن اور ایک رات یعنی ۲۴ گھنٹے تک کوئلے اور لکڑیوں کے دہکنے سے یہ بھٹی ایک دہکتا ہوا انگارہ بن گئی۔

گوشت پوست کا کوئی بھی جاندار اس گڈھے سے دس فٹ دوری پر بھی بغیر جھلسے ہوئے نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وقت اس بھٹی کا درجۂ حرارت ۱۴۰۰ ڈگری فارن ہائٹ ریکارڈ کیا گیا۔

اس گرما گرم بھٹی میں کچھ دیر بعد خدا بخش اپنا عجیب و غریب کارنامہ انجام دینے والا تھا جسے دور دور سے ہزاروں لوگ دیکھنے کیلئے آئے تھے اور بھٹی کے ارد گرد تماش بین بنے کھڑے تھے۔

خدا بخش کے اس عظیم کارنامے کو دیکھنے والوں میں ڈاکٹر بھی تھے اور سائنسٹ بھی کیمرہ مین بھی اور اخبارات کے نمائندے بھی۔ اپنی اپنی فلموں اور اخباروں کے لئے دلچسپ مواد اکٹھا کرنے کیلئے گھنٹوں پہلے یہاں پہنچ چکے تھے۔

کلاک ٹاور نے گھنٹہ بجا کر آٹھ بجے کا اعلان کیا اور ایک پستہ قد آدمی ہندوستانی لباس میں دہکتی ہوئی بھٹی کی جانب روانہ ہو گیا، یہ پستہ قد شخص ہی خدا بخش تھا۔

سب سے پہلے خدا بخش نے اپنے جوتے اتارے اور پھر موزے۔ اس نے اپنے پائجامہ کے پائنچوں کو کچھ اوپر کی طرف موڑا اور پھر اس بھیانک آگ میں چھلانگ لگا دی۔ خدا بخش کے پاؤں ٹخنوں تک آگ اور انگاروں میں دھنس گئے۔

بھٹی کے ارد گرد کا مجمع آنکھیں پھاڑے ساکت اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے کسی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

کیا یہ ایک خواب تھا؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔

یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت تھی اور خدا بخش آگ کی اس دوزخ پر اس طرح سے چہل قدمی کر رہا تھا گویا وہ آگ نہیں پھولوں کی سیج ہو۔

دیکھنے والوں میں سے ہزاروں نے اپنی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے تھے۔ اور کچھ نے گوشت کے جلنے کی بدبو کے ڈر سے ناکوں کو بند کر لیا تھا۔

ہسپتال کی ایمبولینس اور فائر انجن کسی بھی ناخوشگوار واقعے کے انتظار میں چوکس کھڑے تھے۔

خدا بخش بھٹی سے نکل آیا لیکن پھر دوبارہ کیمرہ والوں کی

نسل کیلئے آگ میں داخل ہو گیا، اور پھر پہلے کی طرح ہی صحیح سلامت بھٹی سے نکل آیا۔

خدا بخش کے بھٹی سے نکلتے ہی ڈاکٹروں کی ایک پوری ٹیم اس کی طرف لپکی، اور اس کا انتہائی غور و فکر سے طبی معائنہ کیا گیا۔ لیکن کسی کو بھی اس کے جسم کے کسی بھی حصہ میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔

طبی معائنہ کے فوراً بعد اخبارات کے نمائندوں نے خدا بخش کو گھیر لیا اور اس کی تصاویر اتاری جانے لگیں۔ اور اس خوفناک منظر کو دیکھنے والے ہزاروں حیرت زدہ لوگ اسے مبارکباد دینے لگے۔

خدا بخش نے امریکہ کے رہنے والوں کو واقعی عجیب و غریب اور ناقابل فراموش کارنامہ دکھایا تھا۔ اس نے ایک ایسی دہکتی ہوئی بھٹی میں بڑے سکون کے ساتھ چہل قدمی کی تھی، جس میں لوہے کو بھی انگارہ بنا کر موڑا جا سکتا تھا۔

لیکن !

خدا بخش کے پاؤں تک گرم نہیں ہوئے تھے۔

اقوالِ زرّیں

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں، ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔

آدمی میں اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

دنیا میں جو چیز بہت کم ہے وہ سچائی و امانت ہے، اور جو سب سے زیادہ ہے وہ جھوٹ اور خیانت ہے۔

ایماندار ہیں وہ لوگ جو خطاوار کی خطا معاف کر دیتے ہیں اور انکی پیشانی پر بل تک نہیں آتا۔

ایماندار ہیں وہ لوگ جو یہ جانتے ہیں کہ سچ بولنے سے ان کی دولت اور عزت کو نقصان کا اندیشہ ہے پھر بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

ایماندار ہیں وہ لوگ جو اپنے دشمنوں کے لئے تباہی کے بجائے ہدایت کی دعا مانگتے ہیں۔

ایماندار آدمی کا ہر کام اچھا ہے، اسے جب خوشی حاصل ہوتی ہے وہ شکر کرتا ہے، اگر اسے دکھ پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے، اور یہ دونوں باتیں اچھی ہیں۔

تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہیں ہو سکتا جبتک وہ اپنے بھائی کیلئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ایماندار آدمی اپنی بیوی سے ناراض نہ رہا کرتے کیونکہ اسکی کوئی عادت ناپسند ہو تو کوئی قابل پسند بھی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے۔

جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو جب تک پہلے سلام نہ کرے۔

اپنا راز کسی دوست سے بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا سخت غلطی ہے۔

مومن وہ ہے جو ہر وقت اللہ سے ڈرے۔

بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا۔

سب سے بڑے فخر کی بات یہ ہے کہ اپنے اوپر فخر نہ کرے۔

خوش اخلاقی ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں۔

اچھا اخلاق اللہ سے محبت ہے۔

دل ایک آئینہ ہے اگر وہ بدی سے پاک ہو تو اس میں خدا بھی نظر آ سکتا ہے۔

گمانی ایک ایسا زہر ہے جو زہر بھرے درخت کو راکھ کر دیتا ہے۔

جب کسی پر احسان کرو تو اسے چھپاؤ اور اگر کوئی تم پر احسان کرے تو اسے پھیلاؤ۔

ایماندار وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے عبرت کا باعث بنے۔

ذلت اٹھانے سے بہتر ہے تکلیف اٹھاؤ۔

اس خوشی سے دور رہو جو کل کو غم کا کانٹا بن کر دکھ دے۔

بدترین وہ گھر ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی ہو۔

(مرسلہ: کوثر فاطمہ)

وہ کون تھا؟

حیرت انگیز واقعہ

عزیز مراد آبادی
قاضیان اسٹریٹ بسی کرت پور ۲۴۶۷۳۱
بجنور (یو پی)

شعر و ادب کے رسیا قارئین کرام یا اردو ہندی کے رسائل و اخبارات چاٹنے والے حضرات و خواتین کی نظر سے شاید میرے تعارفی خاکے اور انٹرویوز وغیرہ گذرتے رہتے ہوں گے اگر میری یہ خوش فہمی یقین سے وابستہ ہے تو بیشتر قارئین کو یہ راز بھی ضرور معلوم ہو گا کہ میرا آبائی وطن یا جنم بھومی ضلع مراد آباد کا ایک زرخیز خطہ موضع رونڈہ ہے۔ لیکن میں وہاں جنم لینے کا گناہ گار تو ضرور ہوں مگر میری تعلیم متعدد شہروں میں مکمل ہوئی ہے مثلاً بی۔ اے مراد آباد میں رہ کر کے جی کے ڈگری کالج میں کیا تھا۔

جب میں بی اے کے آخری سال میں تھا اور فائنل ایکزام کی تیاری کر رہا تھا تو ۱۹۶۴ء ادھیڑ عمر کا ہو چکا تھا۔ انہیں دنوں کا واقعہ میں آپ لوگوں کو سنا رہا ہوں۔ یہاں میں یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اس واقعہ کے رونما ہونے سے قبل میں جنات کے وجود کا تو قائل تھا۔ مگر اثرات وغیرہ کو ڈھونگ سمجھتا تھا۔ تعویذ گنڈوں کو ڈھونگی لوگوں کا ڈھکوسلہ خیال کرتا تھا البتہ اس خیال کو میں ہنوز مسترد نہیں کر سکا ہوں کیوں کہ تعویذ گنڈوں کے روحانی اوصاف کو الّو بنانے والے بہت سے حضرات نے مجروح کر رکھا ہے۔ بے عمل عاملین نے اسے محض دولت بٹورنے کا دھندہ بنا لیا ہے۔ ہاں، ایسے معدودے چند ہستیوں کے ہونے سے مجھے انکار نہیں ہے جو بغیر کسی لالچ کے اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر روحانی علاج کر رہے ہیں۔

ہاں تو اب متوجہ ہو جائیے ۱۹۶۴ء کے واقعہ یا آپ بیتی کی جانب:

موضع رونڈہ کے ہم چار ہم عمر لڑکے اپنے ایک عزیز کے مکان میں قیام پذیر تھے مراد آباد جیسے شہر میں بھی ان دنوں مکانوں کی بہت زیادہ قلت نہ تھی۔ ہمارے حصے میں اوپر کی منزل آئی تھی، مکان دو دو کروں، ایک صحن اور لیٹرین و باتھ روم پر مشتمل تھا۔ ہم دو دو ساتھیوں نے ایک ایک کمرہ بانٹ رکھا تھا۔

طاہر اور شکور ایک پرنٹنگ پریس میں کام کرتے تھے۔ شاکر برتنوں کی ایک فرم میں منشی تھا۔ اور میں بی۔ اے کا طالب علم تھا باقاعدہ کھانے پکانے میں شاید کسی کو دلچسپی نہیں تھی اس لئے طعام کی علت سے بچنے کے لیے ایک ہوٹل کی خدمات سے فائدہ اٹھانا پڑتا تھا۔

جوں جوں میرے امتحانات قریب آتے جا رہے تھے، میرا جی لکھائی پڑھائی سے اچاٹ ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کالج جانا بھی بہت کم کر دیا تھا۔ خرافاتی باتوں اور کاموں میں جی خوب لگتا تھا۔ طاہر کبھی کبھار میری لاپرواہی پر ٹوکتا بھی تھا، کیوں کہ اس کے ساتھ میری گہری چھنتی تھی۔ اکثر اوقات ہم دونوں ایک ساتھ ہی گھر سے باہر نکلا کرتے تھے۔ ضرورت کی اشیاء کی خریداری سے لے کر

سیر و تفریح تک ہمارا ساتھ مشہور ہو گیا تھا۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے بھی ہم بہترین ساتھی بلکہ دوست تھے۔

امتحان شروع ہونے سے تقریباً ایک ہفتہ قبل میں نے ایک شب جاگتی آنکھوں سے حیرت انگیز خواب دیکھا۔ ایک کریہہ المنظر اور قوی ہیکل سیاہ فام شخص اپنے بھدے چہرے پر ڈراؤنی ہنسی لاد کر مجھ سے کہہ رہا تھا" ...... بیٹے تمہیں امتحان میں شرکت نہیں کرنی ہے، کیوں کہ امتحان میں شرکت کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے تمہارے ساتھ! اگر تمہیں سکون اور چین سے زندگی گذارنی ہے، کسی مصیبت سے خود کو محفوظ رکھنا ہے اور دوسرے افرادِ خانہ کو بھی آفاتِ ناگہانی سے بچانا ہے تو تم امتحان کا ارادہ قطعی ترک کر دو! اپنا قیمتی وقت سیر سپاٹوں میں گزارو۔ گپ شپ کرو! فلمیں دیکھو! موقع مل جائے تو کسی سے عشق لڑاؤ ...... وغیرہ وغیرہ! اگر تم نے ہماری صلاح، ہمارا مشورہ بلکہ ہمارا حکم نہ مانا تو اپنی ہلاکت کے ذمہ دار تم خود ہو گے، مولوی، ملا، وید یا ڈاکٹر بھی تمہاری مدد کرنے سے قاصر رہیں گے۔ قدم قدم پر مافوق الفطرت بلائیں تمہارا تعاقب کریں گی۔ رات کی نیند اور دن کا چین تم پر حرام ہو جائے گا ...... اور ہاں اس تنبیہ پر بھی کان دھرو کہ آج کی اس رات کا ذکر تمہیں کسی سے بھول کر بھی نہیں کرنا ہے۔ اگر تم نے ہماری ان باتوں کا کسی سے بھی ذکر کر دیا تو ایک ایک کر کے آنے والی مصیبتیں اکٹھی ہو کر ایک ہی وقت میں اور فوری طور پر تمہاری زندگی کو آدبوچیں گی ...... سمجھ گئے نا!؟

"سمجھ تو گیا، مگر ......!" میں بمشکل تمام اپنی ساری ہمت مجتمع کر کے اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ وہ خوفناک شخص اپنے پیچھے ایک شعلہ بیز دکن شعلہ سا چھوڑ کر راکٹ کی طرح چھت کو پھاڑ کر فضا میں تحلیل ہو گیا۔

عزیزم ـــــ عزیزم! میرا تو ہے کس سے باتیں کر رہے ہے

تھے؟" طاہر نے کمرے کی بتی کا سوئچ آن کر کے مجھے بری طرح جھنجھوڑ دیا۔ میری آنکھ کھلی یا مجھے ہوش آیا تو میرا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ماتھے پر پسینہ میرے خوف کا غماز تھا ـــــ میں کئی سکنڈ تک طاہر کے متوحش چہرے کو پاگلوں کی طرح تکتا رہا دل برگِ خزاں کی طرح ہل رہا تھا۔ میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی بے ترتیب دھڑکن کو قابو میں کیا۔ ہوش و حواس کو سمیٹا اور تہہ بند کے سرے سے پسینہ پونچھا۔ دل نے چاہا کہ چیخ مار کر طاہر کو لپٹ جاؤں! مگر اس وقت تک میں خاصہ نارمل ہو چکا تھا۔ اس لیے مجھے بن بلائی آفتوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر جھوٹ بولنا پڑا تھا۔

"کچھ نہیں! یوں ہی ڈراؤنا خواب دیکھ کر بڑبڑانے لگا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہے"

کیا خواب دیکھ رہے تھے؟ میں بھی تو سنوں؟" طاہر نے غالباً جبراً مسکرانے کی کوشش کی

"وہ تو میں بھول بھی گیا۔ بھلا خواب کہیں یاد رہتے ہیں۔

"ابھی ابھی تو تم نے خواب دیکھا ہے وہ بھی ڈراؤنا۔ کچھ نہ کچھ تو یاد رہ ہی گیا ہوگا۔ جلدی سے سنا دو! طاہر نے پُر تجسس لہجے میں کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ مجھے یاد نہیں رہا، دوسری بات یہ کہ اگر یاد ہوتا تو بتانے سے کیا فائدہ؟" میں نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"صبح بنگالی مولانا سے اس کی تعبیر معلوم کر لیں گے ... !

"بھیا طاہر! تعبیر وغیرہ کے چکر میں نہ پڑو! واقعی مجھے یاد نہیں رہا!"

"عجیب انسان ہو یار! ایسا جھلکڑ تو میں نے کبھی نہیں دیکھا طاہر نے بڑا سا منہ بنا کر ناگواری کا اظہار کیا۔

"ہاں ہاں ـــــ میں نے بھی ترش روئی کا مظاہرہ

کیا۔" مجھے دنیا کا سب سے بڑا جھلکڑ سمجھ لو! بس! مجھے رتی برابر بھی خواب یاد نہیں ہے۔ فضول مجھے پریشان کیوں کر رہے ہو؟" میرے عجیب و غریب لہجے سے غیریت کی بو آ رہی تھی جسے طاہر نے محسوس کر لیا تھا۔

"تم جانو یار! مجھے نہیں پوچھنا کچھ بھی۔ بابا! غلطی ہوئی جو میں نے ازراہ ہمدردی تم سے پوچھ لیا ...!" وہ بظاہر ناراض ہو کر علی الصبح جو گھر سے نکلا تو خلاف معمول جھٹپٹے کے وقت اس نے واپس گھر میں قدم رکھا۔ اس وقت وہ بجائے اداس یا خفا ہونے کے ہشاش بشاش سا مجھ سے ملا! "چلو، ڈنر پر نہیں چلنا ہے کیا؟"

"یار طاہر مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔ تم جا کر کھانا کھا لو!" میں نے اداسی میں ڈوبے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ـــــ؟!" طاہر کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں ـــــ تبھی مشکور اور شاکر بھی اپنے کمرے سے نکل کر ہمارے کمرے میں آ گئے۔ دونوں نے بیک آواز بتایا۔

"انہوں نے تو نہ ناشتہ کیا صبح اور نہ ہی دوپہر کا کھانا کھایا ہے۔ ہم نے اصرار کیا تھا تو ہمیں ڈانٹ دیا تھا!" یہ سن کر طاہر کی حیرانی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"چلیے مسٹر! کیا مرنے کا ارادہ ہے؟ امتحان سر پہ ہے اور جناب والا ڈائٹنگ فرما رہے ہیں!" یہ کہہ کر طاہر نے مجھے زبردستی کو لیا میں بھر کر پلنگ سے نیچے کھڑا کر دیا۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہوٹل چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

"کچھ تو لو یار۔ آج تو بڑے میاں (ہوٹل کا مالک) نے بڑی مزے مزے کی ڈشیں تیار کرائی ہیں!" طاہر کے اصرار بلکہ ضد پر میں نے چند لقمے زہر مار کیے۔

"تمہارا موڈ ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے دوست! شاید مجھ سے رات کی بات پر ابھی تک ناراض ہو!؟" طاہر نے اظہارِ تاسف کیا۔ اسے شاید اپنے رد یے پر شرمندگی بھی تھی۔

"ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو ہوا سو ہوا، اسے بھول جاؤ" میں نے بجھے ہوئے لہجے میں اپنا دل صاف ہونے کی طرف اشارہ کیا

"خیر، چلو گھر چلتے ہیں!" میں بھی صبح کی بدمزگی کو بھول جانا چاہتا ہوں۔

"ابھی گھر جانے کو دل نہیں چاہ رہا ہے!" میں نے بیزاری ظاہر کی۔

"پھر کیا ارادہ ہے اب؟" طاہر حیران ہوا

"فلم دیکھنے چلتے ہیں، نائٹ شو!" میں نے بے جھجک ارادہ ظاہر کر دیا۔

"مگر ـــــ!" طاہر نے مزید تعجب سے مجھے یاد دلایا! امتحان کی تیاری سے اتنا وقت بچ پائے گا تمہارے پاس کہ فلم میں تین چار گھنٹے ضائع کر دو؟"

"مجھے امتحان نہیں دینا ہے اب!"

"کیا ـــــ!؟" طاہر کی حیرت انتہا کو چھونے لگی۔

"جی ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں، کیوں کہ اس بار میری تیاری اتنی اچھی نہیں کہ میں کامیاب ہو سکوں!"

"بھائی میرے! اول جلول باتیں کیوں سوچنے لگے ہو؟ سال بھر کی محنت پر پانی کیوں پھیر دینا چاہتے ہو؟ بچوں کی سی بات کر رہے ہو! خیر! تمہارا موڈ اچھا نہیں ہے تو فلم دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے

ہم دونوں سنیما ہال چلے گئے اور مشکور و شاکر نے گھر کی راہ لی۔

تقریباً رات کے بارہ بجے ہم فلم دیکھ کر گھر لوٹے تو بجلی کی سپلائی فیل ہو گئی۔ سارا شہر گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ ہم دونوں نے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے جلد سے جلد گھر پہنچنے کی کوشش کی ہم جیسے ہی گوکل داس والی لمبی گلی میں داخل ہوئے تو میرے کانوں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ مجھ پر خوف سا طاری ہو گیا۔ خوف میں بتدریج اضافہ کا سبب یہ افواہ بھی تھی کہ اس گلی میں اثر ہے

بہت سے لوگوں نے عجیب الخلقت سائے دیکھے ہیں۔ یہ بات شاید طاہر کے ذہن میں اس وقت موجود نہ تھی۔ مگر اپنے کانوں میں بھرتی آرہی سنسناہٹ نے مجھے افواہ پر یقین کر لینے کو مجبور کر دیا تھا۔ سنسناہٹ شور میں بدل گئی۔ شور دھیرے دھیرے خوفناک قہقہوں، چیخوں، آہوں، سسکاریوں اور کراہوں کے صوتی پیکر میں بدلتا رہا۔ میں نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ طاہر سے کرنا چاہا تو ایسا محسوس ہوا کہ میری زبان کسی غیر مرئی طاقت نے کس کر پکڑ لی ہے! میں نے لاکھ چاہا کہ طاہر کو اس آفت ناگہانی سے باخبر کر دوں، مگر میں ناکام رہا — نصف گلی سے زیادہ طے کر لینے کے بعد میری آنکھوں کے سامنے شعلہ سا لپکا۔ شعلے کی چمک میں مجھے ایک ہیولا سا نظر آیا اور اگلے ہی پل وہی خواب والا کریہہ الجثہ شخص میرے سامنے موجود تھا۔

"ہی ہی۔۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔۔ قی قی۔۔۔۔۔ قی۔۔۔۔!؟"

اس نے ہنسنے کے بعد فلک شگاف خوفناک قہقہہ بلند کیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہوا: "خبردار! ہمارے راز کو ہرگز فاش مت کرنا ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔ زندہ لاش کی طرح جیو گے زندگی بھر! خبردار، خبردار! اے نادان لڑکے۔۔۔۔۔۔!"

اتنا حکم دے کر وہ شعلے کی لپک کے ساتھ ہی فضا میں گھل مل گیا اور میرا سارا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔

"عزیز —!" طاہر نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر مجھ سے کہا: "ارے بھئی! گم صم سے کیوں چل رہے ہو؟ تمہارے ہاتھ میں کپکپاہٹ بھی ہے"

"کچھ نہیں بھائی! کچھ ٹھنڈ سی لگ رہی ہے!" میں نے سفید جھوٹ بولا۔

"ایسے گرم موسم میں اور ٹھنڈ۔"

"ابھی ابھی اچانک نہ جانے کیوں سردی کا سا احساس ہونے لگا ہے۔ شاید جاڑا بخار آنے والا ہے مجھے!" میں نے جھوٹ پر جھوٹ کا ملمع چڑھایا!

"ابھی ابھی تم نے تیز روشنی کا جھماکہ سا دیکھا؟" لہجے میں حیرانی تھی اس کے!

"نہیں تو ——" میں نے پھر جھوٹ کا دامن تھام لیا

"تو شاید میرا وہم ہوگا!" لیکن طاہر کی آواز کے ارتعاش سے اس کا خوف بھی ظاہر تھا۔ اس کے پیروں میں پر لگ گئے تھے اور میں پہلے ہی اڑ کر گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبی ہوئی گلی سے بمشکل تمام ہمارا پیچھا چھوٹا۔ اللہ اللہ کر کے ہم گھر آئے تو ہم دونوں ہی خوفزدہ تھے لیکن دونوں ہی اپنے اپنے خوف کو ایک دوسرے سے چھپانے کے چکر میں خوف کی اذیت کو جھیل رہے تھے —— مجھے ساری رات نیند نہ آسکی۔ رہ رہ کر مجھے اس پراسرار بھدے اور خوفناک شخص کا خیال ستا رہا تھا کہ خدایا! میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں؟ کس رُخ پر جانے والی ہے میری زندگی۔

صبح کو میرا دل پہلے سے زیادہ اداس، اچاٹ اور بیزار سا تھا۔ نہ کچھ کھانے کی خواہش تھی اور نہ ہی پڑھنے لکھنے میں دلچسپی! بے چارا طاہر بھی میری اس حالت پر پریشان تھا۔ بالآخر اس نے مجھے بیمار خیال کر کے ڈاکٹر کے ہاں لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مجھے پیشگی اطلاع دیئے بغیر وہ ڈاکٹر کمال کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے میرا بغور تفصیلی معائنہ کیا۔ لیکن کوئی خاص بیماری ہاتھ نہ لگ سکی۔ اس انکشاف پر طاہر کی تشویش اور فکر مندی مزید گہری ہو گئی۔

تین چار دن خوف و تشویش اور متغیر کیفیت میں گزر گئے۔ میں نے باقاعدہ کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا۔ میرے چہرے پر پیلاہٹ چھاتی جا رہی تھی۔ پڑھائی لکھائی سے تنفر کا یہ عالم تھا کہ میں جب بھی زبردستی دل پر جبر کر کے کوئی کتاب کھولتا تو نظروں کے سامنے الفاظ ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جاتے

ہر صفحے پر اسی بھدے شخص کا ڈراؤنا چہرہ ابھر آتا اور میں خوفزدہ ہو کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ کئی بار طاہر نے کتاب پڑھ کر مجھے سنائی تاکہ میں کچھ نہ کچھ تیاری تو کر لوں؛ مگر بے سود۔ اس کا پڑھا ہوا ایک لفظ بھی دماغ کے کسی کونے کھدرے میں پیوست ہونے کو راضی نہ تھا وہ بے چارا جھنجھلا کر کتاب کو پٹخ دیتا تھا کہ کیا فائدہ مغز ماری سے؟

اگلے روز پہلا پرچہ تھا۔ تیاری برائے نام بھی نہ تھی۔ اس مافوق الفطرت شخص کے اثر سے پہلے تک جو پڑھ لکھ لیا تھا بس اسی کے دھندلے سے نقوش ذہن کے پردے پر موہوم نقطوں کی طرح باقی رہ گئے تھے پہلی بات تو یہ کہ تیاری کا نہ ہونا دوسری یہ کہ امتحان میں شریک ہو کر ناگہانی آفت کو دعوت دینا ایسی دو حقائق تھیں جن کی موجودگی میں امتحان دینا حماقت عظیم کے مرادف ہوتا۔ لہٰذا رات کو ہم نے ببانگ دہل امتحان نہ دینے کا اعلان کر ڈالا۔ مگر طاہر ہماری حماقت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا —— صبح سویرے اس نے مجھے جگا دیا۔ جبراً مجھے تیار کر کے پیر ڈال کر یا لاد کر کالج چھوڑ آیا۔ خوف و ہراس کے حصار میں قید ہو کر میں نے پہلا پرچہ حل کیا۔ ظاہر ہے پرچہ غیر تسلی بخش رہا کالج سے آکر میں نے طاہر کی خوب خبر لی کہ اسلحے سے لیس ہوئے بغیر میدان جنگ میں بے بس سپاہی کی طرح چھوڑ دینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ مگر اس نے میری بات کو ان سنی کرتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھی۔ رات بھر مجھے بڑے بڑے خواب دکھائی دیتے رہے تھے وہی امتحان میں شرکت کے خلاف جان لیوا دھمکیاں!!

جس روز انگریزی ادب کا پہلا پیپر تھا، اس سے پہلی رات میں جب طاہر کے ساتھ جبراً کھانا کھانے کے لیے ہوٹل لے جایا گیا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا —— اس رات طاہر کے برابر والی کرسی پر ایک باریش نوجوان بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ طاہر مجھے کچھ نہ کچھ کھا لینے کے لیے راضی کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں وہ نوجوان طاہر سے مخاطب ہوا: "شاید آپ بہت پریشان ہیں؟"

"جی ہاں، آپ نے سچ کہا!"

"کیا پریشانی ہے۔ مجھے بتانا پسند کریں گے؟"

"پسند تو ضرور کروں، مگر کوئی حل بھی تو نکلنے کی امید ہو!؟"

"خدا کی ذات سے پر امید رہنا چاہیے! شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں؟"

"یہ میرا دوست ہے۔ اس کی طبیعت خراب ہے لیکن ڈاکٹر کہتا ہے کہ کوئی بیماری نہیں ہے۔ کئی دن سے فاقے کر رہا ہے یہ احمق لڑکا!" طاہر نے پوری تفصیل اس نوجوان کو اپنا ہمدرد سمجھ کر بتا دی تھی۔ اس نے مجھے گھورا اور طاہر سے کہا اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں آپ کے دولت خانے پر جانا چاہوں گا اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں —— طاہر فوراً تیار ہو گیا اس اجنبی کو گھر لے جانے کے لیے!

راستے میں ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ ان باتوں کے دوران اس اجنبی نے اپنا نام احمد علی بتایا تھا، پیشہ ریلوے ملازمت تھا، مشغلہ خدمت خلق تھا، شوق عبادت خداوندی تھا گھر پہنچ کر احمد علی نے میرے کورس کی ایک ایک کتاب چھان ماری پھر اسی صبح ہونے والے پیپر کے متعلق کتب طلب کیں اور ہر کتاب کے ہر ورق پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری۔ دم کیے ہوئے پانی کے کئی چھینٹے ہمارے کمرے میں مارے اور چند ضروری ہدایات دے کر بغیر خاطر تواضع کے وہ خاموشی سے چلا گیا۔ اس نے اگلے دن پھر آنے کا وعدہ بھی کیا

احمد علی کے چلے جانے کے آدھے گھنٹے بعد مجھے ایسا لگا کہ میرا دل و دماغ ہلکا سا ہو گیا ہے۔ پڑھنے کے لیے بھی کچھ جی چاہا۔ بھوک بھی لگی۔ طاہر سے میں نے ایک گلاس دودھ پینے کی فرمائش

کی جسے فوراً ہی پورا کر دیا گیا۔ امتحان کی شرکت کی خواہش نے بھی انگڑائی لی بغیر یہ سوچے ہوئے کہ مذکورہ کریہہ المنظر شخص کی خوفناک پیش گوئیوں کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

رات کو کافی دیر تک مطالعہ میں غرق رہ کر آرام سے پہلی بار نیند آئی۔ مختصر سا خواب بھی دیکھا۔ منظر خوف سے مبرّا! میرا دشمن بجھا اثر مسار سا! بے بس اور اداس سا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مہر خوشی ثبت تھی۔ اس کی آتش فشاں آنکھوں میں جھیل جیسی گہرائی اور سکون تھا۔ وہ چند لمحے مجھے بے بسی سے گھورتا رہا۔۔۔۔ اس کی یہ عجیب و غریب حالت دیکھ کر مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ وہ میری تنزیہ ہنسی کو برداشت نہ کر سکا اور چشم زدن میں مخصوص شعلے کی معیت میں غائب ہو گیا۔

علی الصبح میں بیدار ہوا تو فجر کی اذان کے الفاظ میرے کانوں میں رس گھولتے ہوئے دل میں اتر رہے تھے۔ دل و دماغ میں پاکیزگی کا خوشگوار احساس بیدار تھا۔ نماز فجر ادا کر کے میں اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ ناشتہ کی میز پر بیٹھا تھا۔ ناشتہ کے دوران میں ہی احمد علی خلاف توقع آدھمکا "میرے بغیر ناشتہ ـــــ!؟" اس نے کچھ اس انداز سے شکایتی لہجہ اختیار کیا کہ ہم مارے ندامت کے کٹ کر رہ گئے اور بغیر کسی صفائی یا دلیل کے ہم نے احمد علی کو ناشتہ کے لیے جبراً بٹھالیا تب اس نے ناشتہ کرنے سے قبل ہمیں بتایا کہ، آپ کے ایک مہمان میرے ساتھ ہیں، ان کے بغیر ناشتہ کرنا غیر اخلاقی بات ہوگی، بلکہ بد اخلاقی کی حرکت کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

"کہاں ہیں وہ محترم مہمان؟" طاہر نے معلوم کیا۔

"باہر دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ کی اجازت کے انتظار میں۔"

"ارے بلا لیجیے انہیں بھی! پردے کا تو کوئی جھنجھٹ ہی نہیں ہے!" اتنا سن کر میں دروازہ کی طرف لپک گیا۔ دروازے پر پہنچا تو چونک پڑا۔ گھبرایا تو نہیں مگر حیران اتنا زیادہ ہوا کہ شاید زندگی میں کبھی نہ ہوا ہوں گا اور آئندہ بھی موقع نہ ملے اتنا حیران ہونے کا۔ بہر کیف بادل نخواستہ میں اس مہمان کو اپنے ساتھ لے کر گھر کے اندر آگیا۔ اسے دیکھ کر میرے تینوں ساتھی حیران و پریشان ہو اٹھے تھے ـــــ کیوں کہ ـــــ وہ مہمان صاحب کوئی اور نہیں بلکہ میرے خوابوں کا ہیرو وہی کریہہ المنظر شخص تھا جس نے میرے تن سے روح کو کھینچ نکالنے کے ہتھکنڈے آزمائے تھے۔ مگر خدا کی قدرت کہ وہ شخص اتنا زیادہ ڈراؤنا اور ہیبت ناک نہیں تھا، جتنا میرے خوابوں میں یا جاگتی آنکھوں میں براجمان ہوتا تھا۔

اسے دیکھ کر ہر ایک کے دل میں درجنوں سوالات کا ہجوم ہونے کے باوجود کسی نے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں نے تو خیر، مصلحتاً اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا کہ کوئی اور نئی مصیبت میرے سامنے نہ آکھڑی ہو ـــــ!! ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس بے چارے کے چہرے پر ندامت اور شرمندگی کے سائے لہرا رہے تھے۔

ہم سب نے دل جمعی کے ساتھ ناشتہ کیا۔ دورانِ ناشتہ ہی میرے دل میں بہت شدت اور اضطرار کے ساتھ ایک سوال اٹھا۔ میں نے لاکھ چاہا کہ ایسا کوئی سوال نہ پوچھا جائے جو الٹے ہی میرے لیے ندامت یا مصیبت کا باعث بنے! مگر خدا جانے کون سی طاقت یا قوت مجھے زبردستی مجبور کر رہی تھی کہ کم از کم ایک سوال تو ضرور ہی کر ڈالوں، انجام خواہ کچھ بھی سامنے آئے۔ لہٰذا میں ہر انجام سے بے خبر ہو کر سوال پوچھنے کے لیے آمادہ ہو ہی گیا تھا۔

"احمد علی صاحب!" میں نے احمد علی یا اپنے معالج

(باقی [illegible])

۵۲۔ محمد ناصر حسن نگری۔ اعظمی منزل کمرہ ۳۳ دارالعلوم دیوبند ———
۵۳۔ مہرالنساء ——— دختر محمد یامین محلہ عبدالحق دیوبند ———
۵۴۔ محمد ریحان الدین کمل کمرہ ۳ رواق خالد دارالعلوم دیوبند ———
۵۵۔ جمیل اختر ابن مسعود صدیقی کمرہ ۱۵ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———
۵۶۔ محمد عرفان قیصر۔ کمرہ ۱۰۲ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———
۵۷۔ محمد وہاج الدین بہار اشرفی جدید افریقی منزل کمرہ ۱۸ دارالعلوم دیوبند
۵۸۔ محمد انجاز الحق ابن زین الدین گلکدہ منزل کمرہ ۸ دارالعلوم دیوبند
۵۹۔ صدر عالم عباری پوری۔ باب الظاہر کمرہ ۲/۲ دارالعلوم دیوبند
۶۰۔ شکیل احمد فیاض الدین بہار اشرفی محلہ شاہ بخاری متعلم دارالعلوم دیوبند
۶۱۔ عمرہ عاصم۔ محلہ خانقاہ دیوبند ———
۶۲۔ زیبا خاتون۔ معرفت محمد عارف عثمانی محلہ ابوالمعالی دیوبند ———
۶۳۔ محمد طاہر۔ معرفت محمد عارف عثمانی محلہ ابوالمعالی دیوبند ———
۶۴۔ زینت عثمانی معرفت عارف عثمانی محلہ ابوالمعالی دیوبند ———
۶۵۔ محمد شاداب۔ محلہ ابوالمعالی دیوبند ———
۶۶۔ عبدالرحمٰن۔ برجی حویلی محلہ ابوالمعالی دیوبند ———
۶۷۔ فرحان الٰہی عثمانی معرفت احتشام الٰہی عثمانی سرائے پیرزادگان دیوبند۔
۶۸۔ شبانہ عثمانی نزد عثمانی مسجد محلہ گدی واڑہ دیوبند ———
۶۹۔ حبیب الرحمٰن ابن شفیق الرحمٰن بستوی کمرہ ۱۵ احاطہ مطبخ دارالعلوم دیوبند
۷۰۔ محمد اکرم بستوی دار جدید کمرہ ۱۱ دارالعلوم دیوبند ———
۷۱۔ ذوالفقار احمد بہرائچی ۱۶ باب الظاہر دارالعلوم دیوبند ———
۷۲۔ شاہجہ رخسار مکان نمبر ۶۶ اسحاق ڈاکٹر نور خان عالم پورہ سہارنپور
۷۳۔ محبوب الحق کمرہ ۱۲ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———
۷۴۔ محمد فیض الرحمٰن مدھوبنی رواق خالد کمرہ ۳۳ دارالعلوم دیوبند۔
۷۵۔ محمد اسلام رامپوری کمرہ ۶۰ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———
۷۶۔ محمد یامین رامپوری کمرہ ۱۵ احاطہ مسجد دارالعلوم دیوبند ———
۷۷۔ محمود عالم مدھوبنی۔ رواق خالد کمرہ ۱۰ دارالعلوم دیوبند ———
۷۸۔ اختر حسن مدھوبنی کمرہ ۱۲ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———
۷۹۔ محمد سراج الدین دربھنگوی فیصل منزل کمرہ ۸ جامع مسجد دارالعلوم دیوبند
۸۰۔ شمیم احمد سیتامڑھی گل کدہ منزل کمرہ ۲ دیوبند ———
۸۱۔ ایس۔ این نجمی بیدہ کھرک کی ڈپلومیٹ آفس لوور پرئیل ممبئی ۱۳
۸۲۔ محمد ایوب اصلاحی ناندوری متعلم دارالعلوم دیوبند ———
۸۳۔ محمد ابو حسین جھگڑوادی کمرہ ۳۳ دار جدید دارالعلوم دیوبند
۸۴۔ محمد شہاب الحسن شاہجہاں آبادی کمرہ ۲ دار جدید دارالعلوم دیوبند
۸۵۔ عبدالباری بستوی ——— عنوز ———
۸۶۔ محمد اعظیم قطب شیر سہارنپور ———
۸۷۔ محمد عقیل مدھوبنی کمرہ ۶ دار جدید دارالعلوم دیوبند ———

۸۸۔ محفوظ علی۔ بھاڈ پور۔ پی ٹی سی سہارنپور ———
۸۹۔ نوشاد علی عرشی صابون گران دیوبند ———
۹۰۔ تجمل طارق نادلٹی امپوریم بازار نصراللہ خاں رامپور
۹۱۔ شیار فیع۔ ۳۰ ترکمان گیٹ دہلی ۶ ———
۹۲۔ قمر عثمانی ابن فیصل عثمانی محلہ گدی واڑہ دیوبند ———
۹۳۔ شفیق الرحمٰن ۲۴/۲ بلی ماران دہلی ۶ ———
۹۴۔ شاہ فیصل ۶۳۲ گلی منہاری والی چوڑی والان دہلی ۶ ———
۹۵۔ زاہد حسین دیوبند۔ محلہ بیرون کوٹلہ امام باڑہ دیوبند ———
۹۶۔ تنویر الاسلام پورنوی دارالعلوم دیوبند کمرہ ۱۵ ———
۹۷۔ عبدالصغیر عبدالرفیق آر کے انجینئرنگ ۷ قندھار آئمین ———
۹۸۔ قیام الدین بلاسپوری۔ معرفت بشیر کا ہوٹل محلہ غوث علی شاہ پانی پت
۹۹۔ معین احمد ۱۵۹۔ ۵۔ ۱۱۔ لال ٹیکری حیدر آباد ———
۱۰۰۔ ظہیر علی۔ پوسٹ و مقام میر یاراں بازار ضلع بستی۔ یوپی ———
۱۰۱۔ اعجاز احمد ملتانی مسجد ایک برج کوچہ رحمان بلی ماران دہلی ۶
۱۰۲۔ محمد یامین۔ محلہ برضیاء الحق دیوبند ———
۱۰۳۔ عبدالمنان سنگھ بھومی کمرہ ۱۲ دارالعلوم دیوبند ———
۱۰۴۔ محمد عظیم ویلکم بکڈپو ہاؤس نمبر ۱۱۶/۳ خانعالم پورہ سہارنپور
۱۰۵۔ شمس الحق نیپالی۔ باب الظاہر کمرہ ۲ دارالعلوم دیوبند ———
۱۰۶۔ سلمٰی شبنم۔ معرفت محمد انس۔ ارحمٰن کالونی چھٹمل پور سہارنپور ———

ایک ضروری اعلان

ذہنی ورزش امتحانی کا کالم دسمبر ۱۹۹۳ء کے شمارے میں آخری بار دیا جا رہا ہے ——— اس کا نتیجہ جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارے میں آئے گا۔ آئندہ یہ سلسلہ بند کر کے کوئی دوسرا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ یہ کسی مصلحت کے بنا پر بند کیا جا رہا ہے۔ البتہ انعامی پیشکش کا سلسلہ جاری رہے گا ——— اور اس میں انعام کی رقم بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔

انشاء اللہ ذہنی ورزش کی جگہ کوئی اہم سلسلہ شروع کریں گے۔

(مدیر)

وجے گڑھ کا طلسماتی قلعہ

ماہ اپریل کا آخری ہفتہ تھا۔ سورج آگ اگل رہا تھا دوپہر کسی بھوت کی طرح ناچ رہی تھی۔ اس قدر گرمی تھی کہ ایسے لگتا تھا جیسے سب کچھ پگھل جائیگا۔ ایسے میں کچھ اجنبیوں نے وجے گڑھ کی بات کہی تو ایک دیہاتی نے اس طرح جواب دیا۔

میرے نہ ما ہو رکھائے

دوڑ، دوڑ سورگ جاؤ بابو!

آپ لوگ گلاب ہو ویں، کملائی جاویں!

وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے اور وہاں شیر اور چیتوں کا بھی خطرہ ہے اور دور دور تک کہیں پانی کی بوند تک نہیں ملتی۔

جانے والے اجنبی حضرات ارادے کے اٹل تھے۔ وہ بھلا واپس لوٹ جاتے۔ وہ لوگ خیر سے چل ہی پڑے وجے گڑھ کی طرف راستہ ہی میں ایک دھواں اگلتی سمنٹ کی فیکٹری بھی ہے جہاں جنگل کا راستہ شروع ہو جاتا ہے۔ پیدل آٹھ کلومیٹر چلنے کے بعد مندر دل بند آجاتا ہے۔ یہ دہی بند ہے، کہا جاتا ہے کہ جہاں ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے ایک بار آرام کیا تھا کہ یہ جگہ عبادت کیلئے موزوں ہے۔ یہاں بھی ایک گاؤں ہے اسی جگہ ان اجنبی حضرات نے بیٹھ کر کچھ ناشتہ کیا جو کچھ بھی تھا جو وہ اپنے ساتھ ہی لائے تھے اور اطمینان کی سانس لی۔ اس کے بعد پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ کچھ دور چلنے پر قریب ہی راجہ کا گولہ بارود کا توپ خانہ ہے اس کے بارے میں انہوں نے اپنے ہمراہ جس آدمی کو لیا تھا اس نے بتایا کہ:

یہاں قریب ہی ستدی نامی گاؤں ہے اسی گاؤں میں چندیل خاندان کے افراد رہا کرتے تھے جو راجہ جیت سنگھ کے خاص درباری تھے انگریزوں نے انہیں لالچ دے کر اپنی طرف کر لیا تھا اور راجا جیت سنگھ کو مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا تھا اور قلعہ کے شمالی دروازے کو انہوں نے بارود سے اڑا دیا۔ اس وقت قلعہ کے اوپری حصے میں راجا صاحب چہل قدمی کر رہے تھے، انہیں خطرے کا احساس ہوا تو وہ سرنگ کے راستے (چنار) نیا گڑھ قلعے میں چلے گئے۔

اسی قلعہ کے طلسماتی ہونے کے بہت سے ثبوت ملتے ہیں۔ ایک مشہور ناول نویس دیوکی نندن کھتری نے اپنے ناول "چندرکانتا" میں اس جگہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ توپ خانے کے پاس سے قلعے کی خندق شروع ہو جاتی ہے اور یہی قلعہ کی چار دیواری ہے جو قلعہ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اس کے بعد بھی دوہری چہار دیواری ہے جو دور سے دیکھنے پر پہاڑ کی مانند دکھائی دیتی ہے پورا قلعہ کمان کی طرح ہے۔

اجنبیوں کا یہ قافلہ آگے بڑھا تو انہیں ایک "بدھو" نامی آدیواسی مل گیا انہوں نے اسے بھی ساتھ لیا جب اس آدمی سے اس قلعہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ بابو سنتے ہیں اس قلعہ کے اندر کہیں ایک قلعہ ہے۔

میرے پتا جی نے بتایا کہ تقریباً ۸۰ سال پہلے کی بات ہے کچھ لوگ اسی طرح یہاں آئے تھے اور ایک پیپل کے درخت کے بارے میں پوچھا تھا اور انہوں نے ایک پرانا سا نقشہ بھی نکالا تھا اور ایک سرنگ کے راستے وہ قلعہ کے اندر گئے تھے اور پھر وہاں سے بہت سا سامان وہ لوگ نکال کر لائے تھے وہ لیکر فوراً یہاں سے چلے گئے تھے۔

ایک دوسرا واقعہ اس نے اس طرح بتایا کہ ۵۰ سال پہلے ایک

ہوائی جہاز سے کر چند لوگ اسی علاقہ میں اترے تھے۔ ایک چرواہا یہاں اپنی بکریاں چرار ہا تھا آنے والے لوگوں نے اس چرواہے کو اندر چلنے کیلئے کہا مگر اس نے ٹال مٹول کی لیکن وہ لوگ اس چرواہے کو اندر اس طرح لے گئے کہ پہلے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اس قلعے کے اندر اسی حالت میں لے گئے۔ اندر اس کی آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی۔ چرواہے نے دیکھا کہ وہ سونے کا بنا ہوا شاہی محل تھا جو ہیرے جواہرات سے جگمگا رہا تھا۔ اور لال، پیلے، ہرے، نیلے رنگ کی روشنی چاروں طرف بکھری تھی۔ وہاں سونے بیٹھنے مجلس اور دربار کیلئے الگ الگ کمرے بنے ہوئے تھے۔ یہ سب دیکھتے ہی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں ان لوگوں نے بہت سا سامان باندھ لیا اور دوبارہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور قلعہ سے باہر نکل آئے۔ اور اس لڑکے سے کہا کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرے اور اسے ایک ہیرے کی انگوٹھی دے دی کہتے ہیں راٹ گنج کے ایک جوہری نے اس گڈریے لڑکے کو اس انگوٹھی کی قیمت ۸۰ روپے دی تھی۔ یہ کہانی اس آدیواسی نے اپنے بزرگوں سے سنی تھی۔

یہ کتنے فیصدی جھوٹ ہے یا سچ ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن اس سنی سنائی بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قلعہ طلسماتی ہونا چاہئے۔

بقول ڈاکٹر جگدیش چندر گپتا یہ قلعہ شیر شاہ سوری کا بنوایا ہوا ہے اور بعد میں یہ قلعہ چندیلو کے ہاتھ آگیا۔ چندیلو کے تاریخ کے محقق ڈاکٹر ابودھیا پانڈے نے بتایا ہے کہ قلعہ میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے جس پر چاند اور سورج کی تصویریں ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر بنائی ہوئی ہیں۔ اور دو اور توں کی بھی تصویریں ہیں اور وہ تصویریں دلہن کا سنگھار اور زیورات سے مرصع نظر آتی ہیں۔ یہ تصویریں چندیلوں کے زمانے کی ہیں "مہوبا" سے آنے کے بعد چندیلوں نے یہاں رہائش اختیار کی تھی۔ چندیل راجا پرمرڈیش کے منتظم چند کشور لال کا کہنا ہے کہ ۱۲۰۳ء میں ہی مہوبا سے آستا جیت چندیل لاؤ ہرکی طرف روانہ ہوئے تھے (رنجیت جیلنی بھوشن ملک کے حوالے سے)۔

شری رام نرائن لال نے لکھا ہے کہ یہ قلعہ ۱۲۳۵ء میں تعمیر ہوا تھا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس قلعہ کی بنیاد کس راجا نے رکھی تھی۔ اور چندیلوں نے اس پر اپنے دور حکومت کو وسعت دیکر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد کول راجاؤں نے رکھی تھی اور وہ دسویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ بعد میں "کھاکر" خاندان کے لوگوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور پھر چندیلو نے اس پر اپنا تسلط جمایا (حوالہ جنوبی کھاکر خاندان کا عروج صفحہ نمبر ۹)

وجے گڑھ برباد شدہ حالت میں نظر آتا ہے یعنی وہاں صرف کھنڈر ہی نظر آتے ہیں۔ اور یہ کھنڈر ہی بتاتے ہیں کہ یہاں بہت پہلے ایک شاندار عمارت ہوگی اور اس کو بنانے والا بھی کوئی بہادر حوصلہ مند انسان ہی ہوگا۔

اس قلعہ کو دیکھنے پر یہ تعجب ہوتا ہے کہ اس کی بنیاد کس نے رکھی ہوگی اور اتنے بڑے اور وزنی پتھروں کو کس طرح جوڑ کر اس قلعہ کی تعمیر کی گئی ہوگی اس قلعہ کو بنانے اور پتھروں کو نصب کرنے کیلئے چونا اور سمنٹ کیسے اس ویران علاقہ میں پہنچا ہوگا کیونکہ اس زمانے میں آمد و رفت کے وسائل بھی نہیں ہوں گے اور پتھروں کی جسامت یہ بتاتی ہے کہ آج کا انسان اسے اٹھا بھی نہیں سکتا۔ ایک عام خیال یہ ہے کہ یہ کام ضرور راکششوں نے کیا ہوگا۔ اس کی دیواریں ہی اس کی شاہانہ عظمت کا اعتراف کرتی ہیں جو کہ اس زمانے میں ہوں گی۔ دیواریں قلعہ کے چاروں طرف بنی ہیں اور ایک پہاڑ کے اوپر یہ قلعہ بنا ہوا ہے۔ اور قریب ہی گھنا جنگل بھی ہے جہاں شیر، چیتے، ریچھ جیسے خطرناک جانور بھی رہتے ہیں۔

شمال مشرق کی جانب سے اسے دیکھیں تو دیواریں آسمان کی بلندیوں کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ ان اجنبیوں نے پہاڑ پر چڑھنے کے بعد اس بوڑھے گائیڈ سے پوچھا کہ بتاؤ تو بھلا اس پہاڑ سے کوئی نیچے گرے تو کیا ہوگا؟ اس نے جواب دیا۔ بابو جی! آدمی سیدھا جنت میں جائیگا! پہاڑ پر جب یہ قافلہ پہنچا تو انہیں محسوس ہوا کہ جیسے

وہ کسی نئی دنیا میں پہنچ گئے ہیں۔ اس اونچائی سے پہاڑ کے دامن میں بنے ہوئے لوگوں کے مکانات بچوں کے کھلونے نظر آتے تھے۔ آس پاس کی لامحدود پہاڑیاں اور اس پر سورج کی پھیلی ہوئی کرنیں ایک عجیب منظر پیش کر رہی تھیں۔

یہ قلعہ کافی لمبا چوڑا ہے اس میں سات پہاڑ ہیں۔ اس کی دیواروں پر قدیم زمانے کی تصویریں بنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دس ہزار سال پرانی ہیں۔ قلعہ کا داخلی دروازہ کافی لمبا چوڑا ہے اور مضبوط ہے اور حفاظتی طریقہ سے ایسے سات دروازے ہیں اور راستے بھی کافی پیچیدہ سے ہیں۔ جگہ جگہ ستونوں پر جو پتھر لگے ہیں وہ عمدہ فنکاری کا نمونہ ہے۔ داخلی دروازہ پر ایک سپاہی کی تصویر بنی ہے جو ہرن کا پیچھا کر رہا ہے۔ ہر دروازے کے پاس پہرے دار سپاہی کیلئے چبوترہ بنا ہوا ہے۔ شیر دروازہ بہت عالیشان بنا ہوا ہے۔ اندر کی طرف ایک عدالتی کچہری بنی ہے ایسا ہی ایک بنگلہ بارہ دری میں چنار کے قلعہ میں بھی بنا ہے۔ تمام دروازوں پر عمدہ قسم کے نقش و نگار بنے ہیں اور دیواروں پر دیوی دیوتاؤں اور فوجی سپاہیوں کی تصویریں کندہ کی ہوئی ہیں۔

اس قلعہ میں لکڑی کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ اس قلعہ کی بنیاد لورن نامی شخص نے رکھی ہے اس زمانے کی ایک جنگلی شہزادی سے وہ شادی کرنے آیا تھا۔ اس وقت شرط رکھی گئی تھی کہ جو شخص قلعہ تعمیر کر کے اسمیں مشعل جلائیگا شہزادی اس سے شادی کریگی اس شرط میں ایک دوسرا آدمی بھی تھا۔ دونوں قلعہ کی تعمیر میں لگ گئے لورن نے اپنے سامان کی تلاشی کے لئے مشعل جلائی، مخالف شخص نے سوچا قلعہ تعمیر ہوگیا اور اب لورن اس جنگلی شہزادی سے شادی کرے گا اس نے فوراً چھلانگ لگائی اور ادھر لورن نے بھی اس کا جواب دیا۔ اس لڑائی میں فتح لورن کی ہوئی اسی کے ثبوت میں لورن پتھر، قلعہ میں نصب کیا ہوا ہے۔ اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس آدمی نے اس پتھر کو تین برابر حصوں میں اپنی تلوار سے کاٹا تھا۔

وجے گڑھ کا قلعہ میں بیشمار دولت کا خزانہ چھپا ہے اور آج بھی کہیں کہیں چیزیں اس زمانے کی گنیاں اور سونے چاندی کے سکے زمین کھودنے پر ملجاتی ہیں۔

صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اس کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک پرندے کے گھونسلے میں آتا تھا اور جب بھی وہ پرندہ بچے نکالتا تو یہ شخص اسکے بچوں کو گھونسلے میں سے نکال کر لیجاتا تھا اس پرندے نے اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو خبر دی کہ اگر اس شخص نے آئندہ یہ حرکت کی تو میں اسکو ہلاک کر دوں گا۔

جب اس پرندے نے پھر بچے نکالے تو وہ شخص حسب معمول اس کے بچوں کو پکڑنے کیلئے گھر سے نکلا راستے میں اسکو ایک سائل ملا اور اس نے کھانا طلب کیا اس شخص نے اپنے کھانے میں سے ایک روٹی اس سائل کو دیدی اور چل دیا اور گھونسلے کے پاس پہونچ گیا اور سیڑھی لگا کر درخت پر چڑھا اور گھونسلے میں سے دو بچے نکال لئے اور ان بچوں کے ماں باپ دیکھتے رہ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے معبود تو جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف نہیں کرتا، تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس شخص نے آئندہ یہ حرکت کی تو اسے ہلاک کر دیا جائیگا مگر آج وہ شخص پھر آیا اور ہمارے بچوں کو پکڑ کر لے گیا لیکن تو نے اسکو ہلاک نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ میں صدقہ کرنے والوں کو بری موت کے ذریعہ ہلاک نہیں کرتا اور یہ شخص بھی صدقہ کرکے آیا تھا۔ جس دن یہ صدقہ کرکے نہیں آئیگا اس دن میں اسے ہلاک کر دوں گا۔

سائل جس وقت کوئی سوال کرے اس سوال کے وہ الفاظ جو سائل کی زبان سے نکلیں فوراً ایک کاغذ پر لکھ لئے جائیں۔ اس کے بعد دیکھیں کہ سوال کے ہر لفظ میں کتنے حروف ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے سوال کیا۔

کیا مجھے مسلم کالج میں ملازمت ملے گی۔؟

اس سوال کو نوٹ کرکے الفاظ الگ کرلیں ——— کیا مجھے مسلم کالج میں ملازمت ملے گی

گی	ملے	ملازمت	میں	مسلم کالج	مجھے	کیا
۲	۳	۶	۳	۸	۴	۳

اس جملے میں کل الفاظ ہیں ۷ عدد۔

اس کے بعد ہر لفظ کے حروف گن کر لکھ لئے جائیں ——— جیساکہ ہم نے اوپر حروف لکھدیئے ہیں۔ پھر انہیں بالترتیب لکھ لیا جائے اور اول الفاظ کی کل تعداد بھی لکھدی جائے ——— اس جملے میں کل الفاظ تھے ۷، تو شروع میں ۷ لکھدیا جائے۔

اس طرح ——— ۷ ۳ ۴ ۸ ۳ ۶ ۳ ۲

اس کے بعد اس لائن میں جتنے بھی اعداد آئے ہیں انہیں باہم جوڑا جائے ——— ہر دائیں والے حروف کو ہر بائیں والے حروف کے ساتھ جوڑا جائے۔

۷ + ۳ ۱۰ = ۱ ——— صفر اڑا دیں گے۔
۳ + ۴ ۷
۴ + ۴ ۸
۴ + ۲ ۶
۲ + ۳ ۵
۳ + ۴ ۷
۴ + ۴ ۸

اس طرح ہر عدد دو بار جڑے گا، اور مجموعی تعداد کل ۷ ہی آئے گی۔

اس مجموعی تعداد کا مفرد عدد بنا لیا جائے۔ کل حروف یہ ہیں۔ ۱، ۷، ۸، ۶، ۵، ۷، ۸ باہمی جوڑ ہوا ۴۲ مفرد عدد بنا ۶۔ مطلب یہ نکلا کہ ملازمت مل جائے گی ——— اگر مفرد عدد ایک بنے اور ۶ بنے تو ملازمت آسانی سے ملے گی۔ اگر ۲ بنے تو بہت کوششوں کے بعد مراد پوری ہوگی، اگر ۸ یا ۹ بنے تو مراد پوری نہیں ہوگی۔ اگر ۳، ۴ یا پانچ بنے تو معمولی کوشش کے بعد مراد پوری ہوگی۔ انشاء اللہ۔

فالنامہ اکبری

عالم الغیب پر بھروسہ کرتے ہوئے صدق دل سے آنکھیں بند کرکے کسی بھی خانے پر سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی رکھ کر۔ نیچے نتیجہ تلاش کریں۔ انشاء اللہ صحیح رہنمائی حاصل ہوگی۔

۱۷	۱۲	۸	۵
۱۹	۶	۳	۱۰
۱	۱۵	۱۶	۱۴
۴	۱۱	۹	۱۳
۲	۲۰	۱۸	۷

(۱) روزگار میں ترقی ہوگی۔ امیدیں پوری ہوں گی۔
(۲) جس چیز کی خواہش ہے وہ جلد ملنے والی ہے۔
(۳) عنقریب دل کی مراد بر آئے گی اور غم دور ہوگا۔
(۴) تجارت میں ترقی ہوگی اور جسمانی تکالیف سے نجات ملے گی۔
(۵) کسی عزیز سے ملاقات ہوگی۔ بگڑے ہوئے کام سنور جائیں گے۔ سفر سے فائدہ ہوگا۔
(۶) ایک عرصے سے تم پریشانی اٹھا رہے ہو لیکن بفضل خداوندی اب اچھے دن آنے والے ہیں۔
(۷) دل میں کسی کی محبت کا چراغ روشن ہے۔ اچھائی کے بدلے ہمیشہ برائی ملتی ہے۔ وساوس پریشان کرتے ہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی سکون و عافیت نصیب ہوگی۔
(۸) جس سے تم امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہو اس سے کچھ ملنے والا نہیں ہے البتہ کسی اور کے ذریعہ مسئلہ حل ہوگا۔
(۹) تکالیف کا زمانہ گزر گیا۔ راحتوں کا دور آنے والا ہے۔ عجب نہیں اگر زمین سے کوئی دفینہ ہاتھ لگ جائے۔
(۱۰) تم جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہو فائدے کے بجائے نقصان اٹھاتے ہو۔ اطمینان رکھو چند روز کے بعد حالات بدلنے والے ہیں۔
(۱۱) اے صاحب فال! عرصے سے تجھ پر نحوست سوار ہے۔ تیرے دل میں جس کام کا بھی ارادہ ہوتا ہے وہ ادھورا رہتا ہے۔ اب جلد نحوست دور ہو جائے گی۔
(۱۲) کسی کی محبت تنگ کرتی ہے۔ بعض اوقات رات کو نیند بھی نہیں آتی۔ کبھی دل گھبراتا ہے۔ جو کام کرتے ہو ادھورا رہ جاتا ہے۔ انشاء اللہ ایک ماہ میں دکھ دور ہوں گے۔
(۱۳) مال کا نقصان ہے۔ گھر میں پریشانیاں ہیں۔ صبر و ضبط سے کام لو۔ ابھی مسائل کے حل ہونے میں وقت لگے گا۔
(۱۴) دشمن تمہارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ بزرگوں کی خدمت کیا کرو۔ کسی حسینہ سے ملاقات ہوگی۔ اس وقت جو سوال تمہارے ذہن میں ہے انشاء اللہ جلد پورا ہوگا۔
(۱۵) محبت وہ کوئی چھوڑ دو اور خدا سے ڈرو۔ جھوٹ تمہیں تباہ کردے گا۔ اللہ سے پناہ مانگو۔ تب ہی مقاصد میں کامیابی ہوگی۔
(۱۶) قرضوں سے پریشان ہو۔ دشمن بھی زیادہ ہیں۔ جو بات پوچھنا چاہتے ہو وہ کچھ عرصے کے بعد پوری ہوگی۔
(۱۷) کسی کے عشق میں مبتلا ہو۔ جدائی برداشت نہیں ہے۔ صدقہ کرو۔ مقصد میں کامیابی ہوگی۔
(۱۸) گمشدہ چیز مل جائے گی۔ کسی سے محبت کا سلسلہ بڑھے گا۔ دشمن پر فتح پاؤ گے۔
(۱۹) خدا کا شکر ادا کرو۔ بہت اچھا دور آنے والا ہے۔
(۲۰) عبادت میں سستی بری چیز ہے اس سے احتراز کرو۔ غریبوں کی مدد کرو۔ تب ہی مراد پوری ہوگی۔

تیسرے قاصد کے بیان میں

تیسرے قاصد نے جس گھڑی مکھیوں کے سردار یعسوب کے پاس جاکر تمام احوال حیوانوں کا بیان کیا۔ یعسوب تمام حشرات الارض کا بادشاہ تھا، سنتے ہی اس نے حکم کیا کہ تمام حشرات الارض حاضر ہوں۔ حکم کی تعمیل کیلئے مکھیاں، مچھر، ڈانس، بھنگے، پتو، بھنڈ، پروانے وغیرہ غرض جتنے بھی چھوٹے جانور جو پروں سے اڑنے والے ہیں اور عموماً ایک سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتے حاضر ہوگئے۔ بادشاہ نے جو خبر قاصد کی زبانی سنی تھی سب کے سامنے بیان کی اور پوچھا تم میں کون ایسا ہے جو وہاں جائے اور انسانوں سے حیوانوں کی طرفداری میں مناظرہ کرے۔ کئی جانوروں نے بیک آواز پوچھا انسان کن بنیادوں پر فخر کرتے ہیں اور کیوں ہمیں حقیر سمجھتے ہیں۔ قاصد نے کہا۔ وہ اس لئے فخر کرتے ہیں کہ قد و قامت میں وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور عام طور پر وہ حیوانوں پر غالب رہتے ہیں۔ بھڑوں کے سردار نے کہا ہم وہاں جاکر انسانوں سے مناظرہ کریں گے۔ مکھیوں کے رئیس نے کہا ہم وہاں جاکر اپنی قوم کی ترجمانی کریں گے۔ مچھروں کے سردار نے کہا ہم وہاں ضرور جائیں گے اور اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کریں گے۔ ٹڈیوں کے سردار نے کہا ہم وہاں جاکر جو کچھ بن سکے گا کریں گے اور غالب رہیں گے۔

بادشاہ غصے سے بولا۔ یہ کیا بکواس ہے کہ سب بے تامل بولے چلے جارہے ہیں اور سب کے سب وہاں جانے کیلئے تیار ہیں۔ پتو نے کھڑے ہوکر کہا۔ اے بادشاہ بھروسہ ہر حال میں خدا کی ذات پر رہنا چاہئے۔ وہی عزت و ذلت کا مالک ہے ہمیں یقین ہے کہ ہم اس کی مدد سے انسانوں پر فتح پالیں گے۔ گزرے ہوئے زمانے میں بڑے بڑے ظالم انسان پیدا ہوئے ہیں اور خدا کی مدد سے ہمیشہ ہم نے ان پر فتح پائی ہے۔

بادشاہ نے کہا اس بات کی وضاحت کرو۔

مچھروں کے سردار نے عرض کیا۔ انسانوں میں ایک نمرود بادشاہ گزرا ہے نہایت مغرور اور گمراہ کہ اپنے دبدبے اور جاہ و حشم کے مقابلے میں کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا۔ لیکن ہماری جماعت کے ایک ادنیٰ سے فرد نے اس کا سارا غرور خاک میں ملادیا اور یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔

بادشاہ نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے۔

بھڑ نے کہا۔ جس وقت کوئی آدمی مسلح ہوکر یعنی ہاتھ میں نیزہ اور تلوار اٹھاکر تیار ہوتا ہے ہم میں سے اگر کوئی بھڑ اس سے بھڑ جاتی ہے اور اس کو کاٹ لیتی ہے اور اپنا سوئی سے بھی زیادہ باریک ڈنک اس کی موٹی کھال میں گھسا دیتی ہے تو اس کی ساری بہادری دھری رہ جاتی ہے اس کا بدن ورم کرجاتا ہے اور وہ بلبلا اٹھتا ہے اور کئی دن تک کسی کام کا نہیں رہ جاتا اس کو اپنے نیزہ اور تلوار کا بھی ہوش نہیں رہتا۔

آپہنچی ہے کہ شاہ جنات کے دربار میں ایک مناظرہ ہورہا ہے جس میں ہم سب کو اپنی مظلومیت اور انسانوں کی شقاوت ثابت کرنی ہے اور یہ بھی بتانا ہے کہ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں اور ہم بھی جذبات اور احساسات رکھتے ہیں اور طاقت، صلاحیت اور قابلیت میں ہم کسی درجہ انسانوں سے کم نہیں ہیں۔ یہ مناظرہ حالات کی مجبوری کی وجہ سے ہورہا ہے۔ ورنہ ہم لڑنے مرنے کے قابل ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ دنیا چند روزہ ہے اگر یہاں کوئی کسی پر غالب آبھی گیا تو کتنے دن کیلئے؟ ایک دن پھر خاک میں مل جانا ہے۔ ہر ذی روح کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا نامۂ اعمال برائیوں سے محفوظ رہے۔ بالخصوص ظلم وستم کی سیاہیوں سے خود کو بچانا چاہئے اس لئے کہ یہ چیز خدا کو بالکل پسند نہیں اور اس کے بعد عفتارنے طوطے سے کہا۔ تو بے خوف ہوکر سفر کر۔ ہماری مخلصانہ دعائیں تیرے ساتھ ہیں لیکن میں تجھ سے صاف صاف کہتا ہوں کہ مناظرہ کرتے ہوئے سچ بولنا۔ وقتی طور پر کسی پر غالب آنے کے لئے جھوٹ اور ناحق بات زبان سے نکالنا دوراندیشی کے خلاف ہے۔ شکست کھاجانا بہتر ہے جھوٹ بولنے کے مقابلہ میں۔ انسان یہ کہتے ہیں کہ محبت اور لڑائی میں سب کچھ جائز ہے لیکن میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ محبت اور لڑائی کے دوران بھی سچائی کے دامن کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ وہ فتح جو جھوٹ اور فریب کی رہین منت ہو اس سے بہتر شکست و پسپائی ہے۔ تو صداقت سے کام لینا اور ہار جیت تو مقدر کی بات ہے۔ بعید نہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے تو ان پر غالب آجائے اور انہیں تیرے سامنے جھکنا پڑے اور اپنی شکست تسلیم کرنی پڑے۔

عورتوں کو خواب میں دیکھنا

- اگر کسی نے عورت کو خواب میں دیکھا (چاہے جانی پہچانی ہو یا نہ ہو) تو گویا وہ دنیا ہے۔ اگر خواب میں کوئی عورت حسین شکل وصورت میں آئی ہو تو گویا وہ اچھی چیز ہے اور اگر وہ بُری صورت میں آئی ہو تو وہ بری چیز ہے۔
- اگر کسی نے زنا کرنے والی عورت کو خواب میں دیکھا تو گویا وہ خیر وبرکت کا سبب بنے گی۔
- اگر کسی نے اندھیری رات کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر کالی عورت سے دی جائے گی۔ اور کسی نے دن کو خواب میں دیکھا تو خو تعبیر دی جائے گی۔
- اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کالی عورت اگر خواب میں غائب ہوگئی ہے تو تعبیر یہ ہوگی کہ مصائب کے دن اب ختم ہونے والے ہیں۔
- اگر کسی نے حاکم کی بیوی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر بدصورت عورت کا ملنا ہے۔
- اگر کسی نے خواب میں موٹی عورت کو دیکھا تو اس کے دن اچھے آنے والے ہیں جو سرسبز وشاداب ہوں گے۔
- اگر کسی نے دبلی عورت کو خواب میں دیکھا تو فقر وفاقہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔
- اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ خوبصورت عورتیں اس کی طرف متوجہ ہیں تو دنیا کی راحتیں ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی سب سے قیمتی متاع نیک، وفا شعار اور خوبصورت عورت ہے۔
- اگر کسی نے نقاب پوش عورت کو خواب میں دیکھا تو یہ تنگدستی کی طرف اشارہ ہے۔